KitaabPoint.blogspot.com

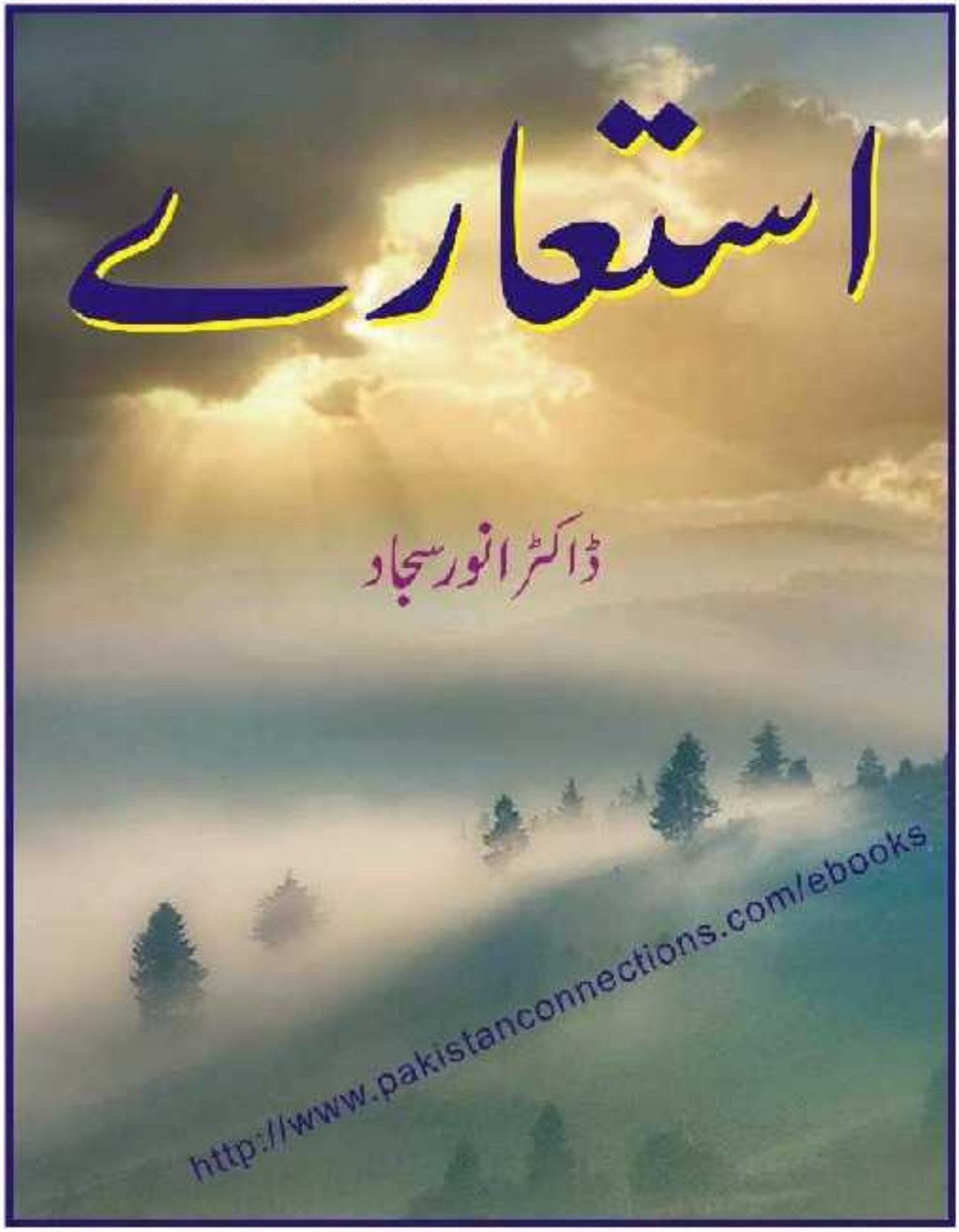

KitaabPoint.blogspot.com

استعارے

(افسانے)

ڈاکٹر انور سجاد

KitaabPoint.blogspot.com

سازشی

ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے' سارا دن مٹی کی ٹوکریاں اٹھا اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالتے رہے۔ ہم آزاد تھے' صرف ایک دوسرے کو دیکھ کر یاد آتا تھا کہ ہم قید میں ہیں۔

ہم چھوٹے سے ٹیلے پر ستانے کیلئے بیٹھے تھے۔ ہوں' ہم نے سوچا' نہر کھود رہے ہیں۔

ہوں!

ہم سورج کی آخری کرن تھامے بند لاری میں بیٹھے لوٹ رہے تھے اور اپنے جسم پر بھاگتی ہوئی نیلی پیلی سلاخوں کو دیکھ رہے تھے۔

روشنیاں۔ روشنیوں کے سیلاب میں نوجوان لڑکیاں نظر آئیں۔ لاری کی رفتار کم ہوگئی۔ ہم نوجوان مسکرائے۔ بوڑھا سنجیدہ ہو گیا۔ تانگے میں پچھلی گدی پر بیٹھی لڑکیوں نے اپنے سینے پر گرم گرم چادریں سرکا دیں۔ بوڑھا مسکرایا۔

ہم نے کہا!

..... لڑکیاں۔

ایک نے کہا۔

..... آہ..... بمبئے ..... یہ سب سالا ہوچ پوچ ہے۔ وہاں اپنا کھولی یہاں کے شیش محل سے بہت اچھا تھا۔

ہم نے سوچا یہ نہر مکمل کب ہوگی۔

..... قیدی۔

تانگے کی پچھلی گدی پر ایک لڑکی نے دوسری سے کہا۔ ہم حیران رہ گئے۔ لاری تانگے سے آگے بڑھی۔ تانگہ میلوں پیچھے رہ گیا۔ ہم پھر روشنی کی لکیروں کا پیچھا کرنے لگے۔ ہم سب جانتے تھے کہ یہ لکیریں ہمیں کہاں لے جائیں گے۔ ہم نے سلاخوں سے دیکھا۔

ایک نے کہا۔

..... میرا شہر۔

KitaabPoint.blogspot.com

دوسرے نے آنکھیں بند کرلیں۔

.....دلی چاندنی چوک۔

.....امبرسر.....نان قلچے' باقر خانیاں' ہال بازار' دربار صاحب۔

..... سکھ دا پتر۔

تیسرے نے مجھ سے بیڑی مانگ کر سلگائی۔

.....لاہور لاہور اے' بھاٹی لوہاری' موچی'

بوڑھا مسکرایا۔

..... تم کہاں تھے۔

.....میں؟

اس کی مونچھیں نئی نئی پھوٹی تھیں۔

.....میں..... میں کہاں ہوں؟

.....ہم سب ہنس پڑے۔ وہ جھینپ گیا اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے ڈوبا۔

.....میں موہنجوداڑو میں تھا۔

بوڑھے نے کہا۔

.....ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

..... موہنجوداڑو میں؟

.....ہاں۔

بوڑھے کے چہرے پر جھریاں اور بھی گہری ہوگئیں۔ آنکھوں میں بجھتی چمک بھڑکی۔

..... لیکن وہ تو بہت قدیم زمانے کا شہر ہے۔

..... کیا میں قدیم نہیں ہوں؟

.....؟

KitaabPoint.blogspot.com

..... یہ وہی شہر ہے' جہاں سے وہ رقاصہ.....

..... ہاں۔

..... لیکن وہ تو معدوم ہو چکا ہے۔ ایک زمانے کی بات ہے۔

..... ہر شے معدوم ہو چکی ہے' ایک زمانے کی بات ہے۔ بوڑھے نے آنکھیں جھپکیں۔

ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ہم نے سلاخیں تھام لیں۔

بوڑھا ہنسا۔

..... وہ مشہور رقاصہ میری بیوی تھی۔

اس نے آہ بھری۔

..... میرا شہر۔

ہم سب کو سانپ سونگھ گیا۔

پھر میرے قریب بیٹھا وہ لڑکا جس کی مونچھیں نئی نئی پھوٹیں تھیں یک لخت چیخا۔

..... جھوٹے تم سب جھوٹے ہو۔ ہم سب کھوئے ہوئے ہیں۔ ہم سب نہیں ہیں جھوٹے مکار بڈھے۔

اس نے بوڑھے کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ پہرے دار لپکے۔ لڑکے کی آنکھوں میں خون ابلا۔ جھاگ بنا' ہم نے ایک دوسرے سے پوچھا۔

..... بھلا یہ کیا بچگانہ حرکت تھی۔

جب پہرے دار لڑکے کو لے گئے تو ہم میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

..... یہ اسی مشہور رقاصہ کا حرامی بچہ ہے۔

ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی ہی

ہم سارا دن مٹی کی ٹوکریاں اٹھا اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالتے رہتے ہیں۔

چپ چاپ۔

ہم قیدی نہیں ہیں۔ صرف ایک دوسرے کو دیکھ کر یاد آتا ہے کہ ہم قید میں ہیں۔ ہمارے ہونٹوں پر خاموشی کی مہریں ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

ہم چھوٹے سے ٹیلے پر ستانے کے لئے بیٹھے ہیں۔

.....اٹھو اٹھو کام کرو۔ بھاگنے کی سوچ رہے ہو؟ سازشی!

ان میں سے ایک آ کے غرایا ہے۔

ہماری چپ سازش ہے اور ہم سوچتے رہتے ہیں کہ یہ نہر کب مکمل ہوگی۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

شہر کے عین وسط میں صحرا تھا

..... تاریکی کے عین وسط میں تاریکی تھی۔

دو جمع چار چھ اور منفی ایک سات۔

ہم بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے۔

وہ کونے میں بیٹھا دھوئیں کی رسی تھامے خلاؤں میں نابود تھا۔ وہ اپنی ہتھیلیوں پر تھوڑیاں جمائے سوچ رہے تھے اور ہم جمع چار کے ہاتھوں سے ان کی سوچ پھسل پھسل جاتی تھی۔ پیادے، گھوڑے، رخ، قلعے، وزیر، بادشاہوں کی ڈھال بنے وار سہتے، احکام کے منتظر تھے۔

ہوں، اگر گھوڑا اڑھائی گھر چل کر بادشاہ کو شہہ دے تو رخ کے ہاتھوں مرتا ہے۔ تو پھر شہہ کہاں ہوئی؟

گھوڑا مر گیا پیادہ آگے کرو۔

..... چلو سرکار۔

..... بادشاہ کا حکم؟

ہم تو مطیع ہیں۔ دونوں نے سوچا۔

..... بادشاہ تو گونگا ہے۔

ہم ہنس دیئے۔

..... جب چاند چھپا اور سورج نکلا تو روشنیوں کی جگہ شہر نے لے لی اور تاریکی کی جگہ صحرا نے۔

منفی ایک ابھی تک دھوئیں کی رسی تھامے نابود تھا۔ ہم نے سگریٹ سلگا لئے۔ گھوڑا رخ کے ہاتھوں مارا گیا۔ رخ کو فیل کھا گیا اور فیل کو.....

سیدھی چال چل چل کے پیادے کٹ کٹ کے ڈبے میں گر رہے تھے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اتنی خونریزی!

KitaabPoint.blogspot.com

..... تم تو چانکیہ ہو۔

جمع ایک کو جب کچھ نہ سوجھا تو اس نے کہا۔

..... وہ کون تھا؟

اس نے کیا کیا تھا؟

جو اس کھیل میں ہو رہا ہے۔

مہرے کٹ کٹ کے ڈبے میں گر رہے تھے۔ بساط پر انتشار تھا۔ ہم شور مچا رہے تھے۔

..... شہر کے عین وسط میں صحرا تھا۔

بادشاہ سلامت' بادشاہ بچے' ہم نے تالیاں بجائیں۔

بادشاہ آمنے سامنے تھے۔

.....ہاں..... اتنا بڑا..... چھپکلیاں' گوہیں' گدھ' ڈھانچے.....!

..... سچ مچ کا ویرانہ..... شہر کے عین درمیان؟

.....اور وہاں..... ایک عورت کا ڈھانچہ بھی تھا۔ اس کے پیروں میں بیڑیاں تھیں۔

..... تم نے کیسے جانا کہ وہ عورت تھی۔

منفی ایک کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

.....میں نے اس کی چھاتیوں سے دودھ پیا تھا۔

ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

.....اوگڈ۔ تو سچ مچ کا صحرا..... تم وہاں کیسے پہنچ پہنچے تھے؟

..... لہو کے دریا میں تیر کے۔

منفی ایک نوجوان کے چہرے پر جھریاں چھا گئیں۔ وہ سر کو ہاتھوں کے شکنجے میں کس کر بساط کے کنارے بیٹھ گیا وہ دونوں کہ جن میں چار جمع ہوں تو چھ بنتے تھے' اپنی جگہوں پر تھم گئے۔ انہوں نے اسے شک کی نگاہوں سے دیکھا' وہ اپنا منہ نیچے کئے بڑبڑاتا رہا۔

..... سائیں سائیں کرتے گھر..... لنج منج درخت' فیکٹریوں اور فصلوں کے ڈھانچے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... تم کس صحرا کی بات کر رہے ہو؟..... اس کی؟.....

..... ہم جمع چار میں سے ایک نے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کی۔

..... زمین کا دل ایک ہی ہے۔

منفی ایک کے سینے کا بلغم منہ میں آ گیا اور ہمارے پیروں میں شہر کا نقشہ کھنچ گیا۔ ہم بساط چھوڑ کر شہر پر جھک گئے۔

..... کتنا خوب صورت صحرا ہے۔

جمع دو نے مانگے کا سگریٹ سلگایا۔

..... ہمارے ہاں بھی ایک صحرا ہے۔ سرسبز و شاداب جنگل کے وسط میں اس کے گرد دیوار ہے۔

..... نہیں گرد نہیں۔ آدھا دیوار کے اندر اور آدھا باہر۔

..... وہ مارا۔

جمع دو کی بات پر کسی نے غور نہ کیا۔ ہم تیزی سے پلٹ کر پھر بساط پر آ گئے وہاں بادشاہ تھا نہ وزیر' خلا تھا۔ یہ کیا ہوا' کیا ہوا؟

..... میں اس دیوار میں ڈائنامیٹ لگا آیا تھا۔

..... شکر ہے ہم بچ گئے؟

..... ہم بچ گئے۔ ہم بچ گئے۔

یہ کھیل کی ازلی تکنیک ہے۔ منفی ایک نے سر اٹھایا۔

ہوا چوک میں آ کر پھانسی پر چڑھ گئی۔

..... وہ دونوں کھلاڑی کہاں گئے؟

ہم میں سے جانے کس نے پوچھا۔

..... تم سنتے نہیں میں کیا بک رہا ہوں۔

وہ کونے سے چیخا۔

ہم چونکے' منفی ایک کی طرف دیکھا کیے۔ ہم سمجھے وہ نابود تھا۔

بادشاہ بچے' بادشاہ بچے۔ بادشاہ کے سر پر تاج نہیں پر بادشاہ ہے۔ ہم نے پھر بساط پر سر جھکا دیئے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... تم نے سنا نہیں میں کیا بک رہا ہوں۔

..... تم کیا بک رہے ہو؟

..... میں تاریخ کی کاربن کاپی چاٹ رہا ہوں۔

ہمیں بے اختیار ہنسی آ گئی۔

..... تو چاٹے جاؤ..... چلو جی تم چال چلو..... اور

اور چانکیہ' یہ آج کی ڈکٹیشن ہے۔

..... شہر کے دروازوں سے ہوا داخل ہوتی تھی' گلیوں' بازاروں میں پھرتی تھی اور چوک میں آ کر پھانسی پر چڑھ جاتی تھی۔

نہ چاہنے کے باوجود ہمارے کانوں نے الفاظ وصول کئے اور دماغ تک پہنچا دیئے۔ ہم نے ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور دھوئیں کی ڈوری کا سرا ڈھونڈنے لگے..... کیا کہا تم نے' پھانسی پر چڑھ جاتی تھی؟

..... ہوا؟

..... ہاں۔

ہم بے اختیار ہنسے۔ بے وقوف۔

..... ہمیں شطرنج کھیلنے دو۔ میاں اتنا سوچو نہیں' ورنہ میدان خالی کر دو۔

..... کس کے لئے۔

ہمارے حلق میں ہنسی کہیں اٹک نہ سکی۔

..... شہر کے عین وسط میں صحرا تھا۔

..... صحرا تھا؟

..... ہاں۔

وہ دھوئیں کی ڈوری تھامے اٹھا' آہستہ آہستہ چلتا ہمارے پاس آ گیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ وہ نہیں تھا۔ اس نے کش لے کر انگلی سے تمباکو کا ذرا زبان سے ہٹایا۔ اس کی زبان پر تاریخ کے کاربن کی سیاہی تھی۔ ہم سہم گئے۔

..... ہاں۔

KitaabPoint.blogspot.com

اس نے بساط کو غور سے دیکھا۔ بادشاہ آمنے سامنے تھے۔ ڈبہ لاشوں سے پر تھا۔

چانکیہ!

..... عین وسط میں صحرا تھا؟

..... جھاڑیاں' ریت ہی ریت' ذروں سے کئی زبانیں چمکتی تھیں۔

..... راتمیں .....؟

ہم میں سے ایک نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

..... رات میں تارے نہیں نکلتے تھے۔

وہ ہمیں خوفزدہ کرنے میں کامیاب ہو رہا تھا۔

اور گدھ؟

ہاں گدھ بھی تھے۔

کہاں گئے کہاں گئے؟

صحراؤں میں صحرا۔

..... منفی ایک پھیپھڑوں کی پوری قوت سے ہنسا.....

..... یہ آج کی Dictation ہے۔

ہنستے ہنستے اس نے ڈبہ الٹا کر رکھ دیا۔ لاشیں' دھڑ ادھڑ زمین پر پھیلے شہر میں گریں۔

اس نے ڈبہ پیٹھ پیچھے چھپا لیا۔ چیخا۔

..... تم نے اس ڈھانچے کی چھاتیاں چوسی ہیں؟ تم نے' تم نے' تم نے.....؟

ہماری آنکھوں میں سانپ کی آنکھیں تھیں۔ نہیں نہیں نہیں نہیں۔

صحرا کی اذیت۔

منفی ایک مسکرایا۔ ہماری نظروں کو اپنی آنکھوں کے شکنجے میں کس کر اس نے پیٹھ پیچھے چھپایا ڈبہ نکالا۔

..... تم سب..... اپنی اپنی انگلی..... اس..... ڈبے..... پر..... رکھو.....

KitaabPoint.blogspot.com

ہم نے رکھ دیں۔

اس نے ہماری انگلیوں سمیت ڈبہ سر پر رکھ لیا۔ ہم نے انگلیاں ہٹا لیں۔

اس نے گھٹنوں تک جھک کر ہمارا شکریہ ادا کیا۔ بساط ٹکڑے ٹکڑے کر دی اور بادشاہوں' وزیروں' قلعوں' ہاتھیوں' گھوڑوں اور پیادوں کو روند ڈالا۔ اس نے ہماری طرف ایک ایک کر کے دیکھا اور سینہ پھلا کر اطمینان کا سانس لیا۔ اطمینان کا سانس ہوا میں تحلیل ہوتے ہی ہمارے ہاتھ اپنی گردنوں کی طرف اٹھ گئے۔

ہمارے گلے میں دھوئیں کی رسی تھی۔ ہمارا سانس رکنے لگا۔

ہوا ہوا ہوا۔

منفی ایک کے قہقہے زخموں میں چبھ رہے تھے۔ ہوا سانس ہوا سانس

جب ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ ہم اپنے گلے میں پڑی دھوئیں کی پھانسی کو کیسے کاٹیں تو ہم نے چوک میں سسکتی سسکتی ہوا کو تھاما' تیز کیا اور منفی ایک پر پل پڑے۔

چانکیہ۔

ہم نے چاروں اور دیکھا۔

آج کا خوب صورت صحرا۔

ہم نے دھوئیں کی ڈوریاں اپنے اپنے گلوں سے اتار کر تھام لیں اور صحرا میں نکل گئے۔

ہم چھاتیوں والی کی تلاش میں ہیں۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

پتھر، لہو، کتا

تاریک رات۔ وہ شخص جس کی لوئی میں رات کا عکس ہے، جس کی زبان پر کانٹے اور پاؤں میں آبلے ہیں، جس کے جسم سے بہتا مڑکا پیاسی زمین پر ٹپکتا ہے، چاروں اور سے سمٹ کر آیا ہے اور اس کھنڈر کی طرف گامزن ہے جہاں ایک سیاہ پتھر پڑا ہے، جو کہ وقت سے پہلے موجود تھا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ پتھر وقت کے بعد بھی رہے گا۔ جب چاروں اور سے سمٹ کر آنے والا چاروں اور پھیل جائے گا۔

اس شخص کے دھیان میں کچھ نہیں، کالی رات، خشک جھاڑیاں، پیاسی زمین، کچھ بھی نہیں، صرف اس کی گہری سوچ میں ڈوبی آنکھوں میں اس سیاہ پتھر کی روشنی ہے۔ جو سامنے کھنڈر میں شہ نشین پر پڑا ہے، جو وقت سے پہلے وہاں موجود تھا، بعضوں کا خیال ہے۔

وہ آبلہ پا کھنڈر کی طرف اگلا قدم بڑھاتا ہی ہے کہ قریب سے کتے کی لمبی بھونکار اس کے پیروں میں الجھتی ہے۔ وہ رکتا ہے۔ اپنی لوئی کے پلو کو ٹھیک سے کاندھے پر جماتا ہے اور کتے کی بھونکار کی جانب دیکھتا ہے۔ بھونکار اس کے کانوں سے پھسلتی ہوا کے ساتھ دور دور جا کر تحلیل ہو جاتی ہے۔

وہ مسکراتا ہے کھنڈر کی جانب بڑھتا ہے۔

وہ جب سے روانہ ہوا ہے۔ مختلف وقفوں کے بعد اس کے بالکل قریب کتے کی لمبی بھونکار اس کے پیروں میں الجھتی ہے، وہ رکتا ہے اپنی لوئی کے پلو کو ٹھیک سے کاندھے پر جماتا ہے اور آواز کی جانب دیکھتا ہے۔ بھونکار ہر مرتبہ اس کے کانوں سے پھسل کر ہوا کیساتھ دور دور جا کر تحلیل ہو جاتی ہے۔ وہ مسکراتا ہے اور پھر کھنڈر کی جانب بڑھنے لگتا ہے۔ اگلے لمحے اس کو چوکھٹ سے ٹھوکر لگتی ہے۔ اس کے پیروں کے آبلے پھوٹتے ہیں اور پانی کے ساتھ مل کر سرخ سرخ چمکیلا لہو چوکھٹ کو سیراب کرتا ہے۔

شہ نشیں پر سیاہ پتھر کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔

دروازے کا دوسرا پٹ بھی چرچراتا ہوا کھل جاتا ہے۔ وہ دہلیز کو پار کرتا ہے۔ سامنے پتھر کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ کتے کی بھونکار بالکل اس کے قریب سے ابھرتی ہے اور ہوا کے ساتھ ساتھ دور دور جا کر تحلیل ہونے کے بجائے اس کے قریب کھنڈر کی

KitaabPoint.blogspot.com

دیواروں میں جذب ہو جاتی ہے۔

وہ بڑے اعتماد سے سیاہ پتھر کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ مضبوط ہاتھوں سے اس پتھر کو اٹھاتا ہے لوئی کے نیچے چھپا کر مڑتا ہے۔

دہلیز کے پار قدم رکھتا ہی ہے کہ یاہو کی آواز سے کھنڈر کے درودیوار لرز جاتے ہیں۔ دیوار کی اوٹ سے ایک شخص جس کے چہرے کا نچلا حصہ نقاب سے ڈھکا ہے۔ جس کی کمر میں بڑی میخوں والی چوڑی پیٹی کے ساتھ' رانوں کے دونوں طرف پستول لگے ہیں' یک لخت دائیں ہاتھ سے پستول نکالتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے جس میں اس نے کوڑا تھام رکھا ہے' چوڑے پھیرے والے ہیٹ کو سر سے ذرا پیچھے سرکاتا ہے اور لوئی والے کو ہاتھ اوپر اٹھانے کا حکم دیتا ہے۔

لوئی والا شخص سیاہ پتھر کو اور بھی لوئی میں چھپاتا ہے' قدم قدم پیچھے ہٹتا ہے۔

سیاہ پوش اپنے حکم کی تعمیل نہ پا کر پستول کی گرفت مضبوط کرتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے کوڑا لہراتا ہے۔ لوئی والے پر کوڑا برستا برستا لمحہ بھر کے لئے S کا روپ دھارتا ہے' کوڑے کا دستہ ایس پر عمود میں گرتا نظر آتا ہے۔

نقاب پوش اسے ایس کے ہک میں لے کر اپنی طرف کھینچتا ہے ہنستا ہے۔

دونوں اپنی اپنی زبان میں لفظوں کے وار کرتے ہیں۔ لیکن بے سود' نقاب پوش پستول کی نالی اس کی کمر میں لگا دیتا ہے۔ لوئی والا ایک ہاتھ سے بھاری پتھر کو سینے کے ساتھ سنبھالتا ہے۔ دوسرے ہاتھ سے تہمد کے ڈب سے خنجر نکالتا ہے۔

دونوں جسموں سے خون کے فوارے ابلتے ہیں۔ لوئی والے کے ہاتھ سے سیاہ پتھر لڑھک جاتا ہے۔ کچھ لوئی والے کے سرخ چمکیلے خون سے آلودہ ہوتا ہے۔ باقی حصہ پر نقاب پوش کے دھندلے سفیدی مائل لہو کے دھبے پڑ جاتے ہیں۔

نقاب پوش اپنی زبان میں بڑے کرب سے کہتا ہے۔

.....میں تو مر گیا!

لوئی والا اس کی بند ہوتی آنکھوں اور سیاہ پتھر کی طرف رینگتے جسم کو جامد ہوتے دیکھ کر اپنی زبان میں حیرت سے سوال کرتا ہے۔

.....میں بھی تو مر گیا؟

پھر سیاہ پتھر اپنے چمکیلے لہو کو دیکھ کر مسکراتا ہے اور کراہ کے آنکھیں موند لیتا ہے۔

کتا اپنی آواز کا پیچھا کرتا ہوا وہاں آتا ہے۔ لوئی والے کو لمحہ بھر کے لئے دیکھتا ہے۔ آنکھیں جھپکتا ہے۔ پتھر کی طرف بڑھتا

KitaabPoint.blogspot.com

ہے۔اسے سونگھتا ہے۔ پتھر پر سرخ سرخ چمکیلے خون کو چھوڑ کر دھندلے سفیدی مائل لہو کو چاٹتا ہے۔اسے اپنے سارے وجود میں جذب کر کے اپنے اگلے پیر جوڑتا ہے اور ان پر تھوتھنی ٹکا کر بیٹھ جاتا ہے۔اسی سیاہ پتھر کے سرہانے' جو کہ وقت سے پہلے موجود تھا اور جس کے بارے میں بعضوں کا خیال ہے کہ یہ پتھر وقت کے بعد بھی رہے گا جب کہ چاروں اور سے سمٹ کر آنے والا چاروں اور پھیل جائے گا۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

شیرازے

چند لوگوں کو سرخ گلاب اگانے سے دلچسپی ہے۔ چند لوگ بھی نہیں' صرف الف سرخ گلاب اگاتا ہے۔ الف کے سر کے بال سفید برف ہیں۔ چہرے پر صدیاں تک جھریوں کا نشان نہیں۔ اس کی چمکیلی آنکھیں سامنے کی چیز کو چیرتی' پار دیکھتی ہیں۔ اس کے سانس تک سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔ الف کہتا ہے کہ سرخ گلاب قبروں پر نچھاور کرنے کے لئے نہیں۔ وہ اپنے پھولوں سے شادی کے سہرے بھی نہیں بنانے دیتا۔ بوڑھے جھنجلا کر اس سے پوچھتے ہیں۔

..... تو پھر اتنے سارے گلابوں کا فائدہ؟

الف کے سر کے بال اور بھی سفید برف ہو جاتے ہیں۔ وہ خاموش' سنجیدہ' افق سے پرے دیکھنے لگتا ہے۔ جب بوڑھے اپنے سروں کی سفیدی کا واسطہ دیتے ہیں تو الف کے چہرے پر جھریاں کئی صدیاں اور دور چلی جاتی ہیں۔ اس کی نظریں سرخ گلاب کی خوشبو کے پار ہوتی ہیں۔

..... جو ڈھونڈتے ہیں' راز پاتے ہیں۔

بوڑھوں میں اتنی سکت نہیں کہ الف کے ہاتھ سے قلمیں پکڑ کر ابتدا کی ابتدا کریں۔ وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

..... اس کے بال دھوپ میں سفید ہوئے۔

ایور ہنستے ہنستے دوسرے فرماں برداروں کو ساتھ لے کر تکیے کو چل دیتے ہیں جہاں گاف انہیں بڑی محنت سے چرس کے سگریٹ بنا کے دیتا ہے۔ وہ دم لگا کر دمے میں اترتے ہوئے اپنی نیم وا آنکھوں سے تکیے پر جھکے سبز درخت کی کسی برہنہ شاخ پر پھندا ڈالتے ہیں اور الف الف کہتے ہوئے گاف سے ایک اور چرس بھرا سگریٹ لیتے ہیں۔

چند نوجوان جن کے پھیپھڑوں میں دمہ نہیں رچا جن کو سرخ گلاب میں چھپے الف کے راز سے دلچسپی ہے' وہ ان لوگوں سے چوری چھپے' رات کی روشنی میں' دن کی تاریکی میں آ کر اس سے بھید جانتے ہیں۔ اس سے قلمیں لیتے ہیں۔ اس کی چمکیلی آنکھوں سے مناسب موسم کا انتظار لے کر سرخ گلاب کو سونگھتے اپنے پھیپھڑوں کو دمے سے بچاتے ہیں۔

سرخ گلاب کی جھاڑیوں کے پیروں میں بینڈوں کی آوازیں آسمان کو چیرتی ہیں لیکن پودوں کی نشوونما نہیں رکتی۔

KitaabPoint.blogspot.com

روڑی میں ایک نوزائیدہ بچہ پایا گیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مر چکا ہے کہ بعض کو یقین ہے کہ ابھی کوئی سانس باقی ہے۔ کوئی نہیں مانتا کہ یہ اس کا بچہ ہے۔ سب کہتے ہیں ہمارا بچہ تو تندرست صحت مند آنگن میں کھیل رہا ہے۔ اس نوزائیدہ بچے کے جسم پر سیاہ نشان ہیں اور اس سے آتی بارود کی بو ہر بو پر حاوی ہے۔ ہجوم کی ناک پر رومال ہیں۔ لوگ اس کی شناخت کے لئے دور دور سے آ رہے ہیں۔ ہر نیا آنے والا نفی میں سر ہلاتا ہے۔

..... نہیں میرا نہیں۔

اور چور آنکھوں سے دوسروں کو دیکھنے لگتا ہے۔

..... میں اتنے معصوم بچے کو اتنی نزدیک سے گولی نہیں مار سکتا۔ تکیے کے لوگ گاف سے پوچھتے ہیں' کہ معاملہ کیا ہے۔ گاف دھوئیں سے جھانک کر کہتا ہے۔

..... اب روڑی کی کھاد اچھی بنے گی۔

سرخ گلاب کی پھلواڑی میں لوگ بار بار الف سے پوچھتے ہیں۔ معاملہ کیا ہے۔ الف خوشبو کو گود میں لے کر بار بار کہتا ہے۔

..... ابھی لوگ وہاں سے گئے نہیں؟

انیس سال کی کنواری انیس سال سے سہاگ کا جوڑا پہنے دروازے کے سامنے بیٹھی ہے۔ ہر نئے رشتے پر وہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھ کر کہتی ہے۔

..... نہیں پہلے میرے لئے گلاب کے سرخ پھولوں کی مسہری بنواؤ۔

بڑی بوڑھیاں اسے سمجھاتی ہیں کہ الف پھول نہیں دیتا' صرف قلمیں دیتا ہے۔ کنواری کہتی ہے۔

..... تو پھر میں پہلی قلم سے پہلے گلاب کے پھوٹنے کا انتظار کروں گی۔

گاف نے تکیے کے خزانے کو سانپ کو بڑی مشکل سے پکڑ کر روسٹ کیا ہے۔ یہ سانپ ہمیشہ ایس کی شکل میں کنڈلی مار کے بیٹھتا تھا۔ گاف ڈرتا ڈرتا ہر روز چرس کے لئے اپنی ضرورت کی رقم اٹھا لیا کرتا تھا' لیکن آج اس رہا نہیں گیا تھا۔ اس نے چرس کی دھونی دے کر سانپ کو قابو میں کیا ہے اور روسٹ کر ڈالا ہے۔ بڑی بے صبری سے جلدی جلدی کھانے کے بعد منہ پر آتے آتے اس کا ہاتھ رک گیا ہے۔ سانپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے۔

گاف نے اتنا کھا لیا ہے کہ اس سے سانس نہیں لیا جاتا۔ بیٹھتے ہوئے دل اور سر میں بجتی شریانوں پر قابو پانے کی کوشش میں

KitaabPoint.blogspot.com

آہستہ آہستہ گاف کے ہونٹوں پر سانپ کی مسکراہٹ پھیلنے لگی ہے۔

بینڈوں کے شور میں کوئی آواز سنائی نہیں دیتی' اس لئے کسی کو جیگر کاؤنٹر کی آواز نہیں آ رہی۔ قریب کے جن لوگوں کو یہ آواز آ سکتی تھی وہ سانپ والے خزانے سے آئی ہوئی چرس میں بے ہوش ہیں۔ اس لئے کسی کو پتا نہیں تکیے کے پاس غیر ملکی جو اپنے دھاری دار لباس پر ٹنکے ہوئے ستاروں کی وجہ سے مداری معلوم ہوتے ہیں' ہاتھ میں جیگر کاؤنٹر لئے کیا کر رہے ہیں۔ چند ایک بچے حیرت سے ان کے ہاتھ میں نئے کھلونے دیکھ رہے ہیں۔ ان دونوں مداریوں میں سے ایک نے بچوں میں ٹافیاں بانٹی ہیں۔ انہیں چپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے اور دوسرا انہیں سمجھا جا رہا ہے کہ یہ جیگر کاؤنٹر ہے جس سے ریڈیشن کا پتہ چلتا ہے' یہاں یورینیم بہت ہے۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا' مگر کسی کو بتانا نہیں' ننگے بچوں کی سمجھ میں نہیں آتا وہ ہاتھ میں ایک ایک ٹافی پکڑے حیرت سے نئے کھلونے کی آواز کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بینڈوں کی آواز جیگر کاؤنٹر کے اعلان اور سرخ گلاب کی جھاڑیوں میں سرسراتی ہوا کے درمیان دیوار ہے۔

اسی خبر رساں ایجنسی کا کہنا ہے کہ کنواری کی ایک اور بہن بھی ہے جو اپنے سائے سے خوف کھانے لگی ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر رات کے اندھیرے میں اسے ایک تاریک کمرے سے دوسرے تاریک کمرے میں لے جایا گیا ہے۔ پھر بھی پرچھائیں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ ہذیان میں کبھی بہن کو کوستی ہے' کبھی روڑی پر پڑے بچے کو اور کبھی الف کو فحش گالیاں دینے لگتی ہے۔ پھر تھک ہار کر وائرلیس کے کوڈ کے الفاظ بڑبڑانے لگتی ہے۔

باقی کے لوگ فائلوں کی گرد پھانکتے کینٹین سے چائے منگوا کر حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور صفحوں پر بھاگتے لفظوں کا پیچھا کرتے ہیں کہ کنواری پیٹ پر ہاتھ جمائے دروازے میں بیٹھی ہے۔ اس کی بہن آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھے تاریک کمرے میں وائرلیس کوڈ بڑبڑاتی اپنے سائے سے گتھم گتھا ہو رہی ہے۔ روڑی کی چوٹی پر کوئی لاؤڈ اسپیکر کے سامنے کھڑا تقریر کر رہا ہے۔ دو بوائے سکاوٹ سبز یونیفارم پر سرخ گلاب کے بلے لگائے نوزائیدہ بچے کو آرٹی فیشل ریسپریشن دے رہے ہیں۔ مداری اپنے جیگر کاؤنٹر کی آواز کا پیچھا کرتے تکیے کا دروازہ توڑ کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ چرس میں بے ہوش لوگوں کو پھلانگتے گاف تک آئے ہیں۔ گاف کے سر کی شریان پھٹ گئی ہے۔ اس کے چہرے پر سانپ کی مسکراہٹ ہے۔ یہ طے کرنے کی ضرورت سمجھے بغیر کہ سانپ نے گاف کو کھایا ہے یا گاف نے سانپ کو' ایک نے بڑھ کر سانپ کا سر جیب میں ڈال لیا ہے اور دوسرا کھدائی کرتا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ اپنی جیب سے یورینیم نکال نکال کر وہاں دفن کرتا جا رہا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

گلاب کی جھاڑیوں کے پیروں میں بینڈے گنگ ہو گئے ہیں کہ ان تک پہلی مرتبہ الف کی آواز پہنچی ہے' الف جس کے سر کے بال برف ہیں' جس کے چہرے پر صدیاں پرے تک جھریوں کا نشان نہیں اور جس کی چمکیلی آنکھیں چیزوں کے پار دیکھتی ہیں اور جو سرخ گلاب اگاتا ہے۔ ہاتھ میں قلمیں پکڑے جوانوں کو بشارت دے رہا ہے کہ بس موسم آنے ہی والا ہے۔

لوگ' بہت سارے لوگ صفحوں پر بھاگتے لفظوں کا پیچھا کر رہے ہیں کہ.....

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

سنڈریلا

کبھی وہ سوچتی: اس کی عمر ایک لمحہ ہے' کبھی وہ سوچتی: اس کی عمر سو سال ہے' کبھی وہ سوچتی: وہ عمر کی قید میں نہیں' یا شاید ابھی اسے جنم لینا ہے۔

وہ اس کمرے میں سدا سے قید تھی اور اس امید میں تھی کہ کوئی آئے اور اسے اس بطن سے جنوائے۔ پھر وہ سوچتی: کوئی کب اسے جنوائے گا' اسے خود ہی کوئی حیلہ کرنا ہوگا' اس بطن سے مر کے نکلے تو کیا نکلے! وہ چپکے سے دروازہ کھول کر باہر دیکھتی۔ باہر دروازے کے سامنے وہ بھاری بھر کم خونی کتا زبان نکالے ہانپتا ہوا وحشی مکار نظروں سے دیکھتا' جو ازل سے وہاں کھڑا تھا۔ وہ کتے کو پچکارنے کی کوشش کرتی۔ کتا خونخواری سے بھونکتا' قدم اٹھاتا' وہ پچھلے پیر پلٹ کر جھٹ سے دروازہ بند کر دیتی۔ کتے کے بھونکنے سے ماں کو پتا چل جاتا کہ اس نے پھر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ مع اپنی بیٹیوں کے آتی' کتے کو تھپکی دیتی اور کمرے میں داخل ہو کر بغیر کچھ کہے سنے اس کی خوب پٹائی کرتی۔ جاتے ہوئے اس کی بہنیں کئی سو گز الجھی ہوئی اون اس کے سامنے ڈال دیتیں اور ماں غراتی کہ جب تک اون کی گنجلکیں نہیں کھلتیں اسے کھانا نہیں ملے گا۔ اس کی آنکھوں کے تمام آنسو خشک ہو جاتے۔ وہ اون سلجھانے لگتی اور کھڑکی سے باہر کھلے آسمان کی طرف دیکھنے لگتی۔

اس کی ماں سوتیلی تھی اور بہنیں بھی سوتیلی۔

اس کی ماں اس کے پیدا ہوتے ہی مر گئی تھی اور اس کا باپ اس کی پیدائش سے ایک سال بعد۔ اس نے اپنے سگے ماں باپ کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ اس کا تصور بہت محدود تھا۔ اس کی کائنات یہی کمرہ تھی جس میں اس نے آنکھ کھولی تھی۔ بچپن میں جو عورت مسکرا کے دیکھتی تھی' اس کی ماں تھی' جو شخص اس کے سر پر ہاتھ رکھتا تھا' اس کا باپ تھا۔ پھر یہ سب مسکراہٹیں اور پر شفقت ہاتھ سمٹ سمٹا کر سوتیلی ماں' بہنوں اور خونخوار کتے کے وجود میں غائب ہو گئے تھے۔

اس نے ایک دو مرتبہ کمرے کی کھڑکی سے بھی بھاگنے کی کوشش کی تھی' پر جانے اس بیری کتے کو کیسے خبر ہو جاتی' کہ جونہی وہ کھڑکی کی دہلیز پر پیر رکھتی وہ کتا باہر' کھڑکی کے نیچے' زبان نکالے وارننگ کی نظروں سے دیکھتا کھڑا ہانپ رہا ہوتا۔ وہ بے بس ہو کر پھر کمرے میں اتر آتی اور گھٹنوں میں سر دے کو رونے لگتی۔ کبھی کبھی کھڑکی سے ایک کنکر آ کے پیروں میں گرتا۔ وہ اپنے میلے دوپٹے کے پلو سے

KitaabPoint.blogspot.com

آنکھیں پونچھتی' سینے میں اٹھتے طوفان کا گلا گھونٹتی' وہ کنکر اٹھاتی' کونے میں پڑے اسی قسم کے بہت سے کنکروں میں رکھ دیتی اور سوچتی:

نہیں' میں کھڑکی میں نہیں جاؤں گی۔

نہ چاہنے کے باوجود وہ دیوار کی اوٹ میں ہو کر کھڑکی سے' سڑک کے پار' سبز درخت کے نیچے کھڑے اس دیوانے کو دیکھتی جو سرخ چادر اوڑھے' ٹکٹکی لگائے اس کھڑکی کی طرف دیکھتا مسکراتا رہتا تھا۔ یہ سرخ چادر والا دیوانہ بھی عجیب شخص تھا: گنجا سر' چھوٹی چھوٹی آنکھیں' چھدری داڑھی' ناٹا قد' سبز درخت کے نیچے گولڈ مہر کا بہت بڑا پھول لگتا تھا۔ اس علاقے کے لمبے تڑنگے لڑکے زلفیں بکھرائے' کمر سے گرتی پتلونیں پہنے' کوکا کولا پیتے ہوئے اسے چھیڑتے' آوازے کستے' پتھر مارتے لیکن یہ دیوانہ بس مسکراتا رہتا تھا۔ لڑکے خود ہی ہار کے چلے جاتے' لیکن کبھی وہ بہت تنگ آ جاتا تو زخمی شیر اس زور سے نعرہ لگاتا کہ زمین و آسمان دہل جاتے اور شرارتی لڑکے اپنی کوکا کولا اور پتلونیں وہیں چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ پھر وہ دیوانہ فلک شگاف آواز میں گیت گاتا' وہاں کے ننگ دھڑنگ پھولے پیٹ والے بچوں کو جمع کرتا اور کمر سے بندھے تھیلے سے ریوڑیاں اور مٹھائیاں نکال کے بانٹنے لگتا۔

وہ اپنے ہونٹوں کی پپڑیوں پر خشک زبان پھیرتی سوچنے لگتی:

..... یہ خود پتھروں کا شکار ہے' میری مدد کیسے کر سکتا ہے!

یہ دیوانہ بھی سدا سے وہی تھا اور اس کی زندگی کی حقیقتوں کا ایک حصہ تھا۔ اسے اس کے علاوہ اور کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ دیوانہ ہے' لڑکوں سے پتھر کھا کے بچوں میں ریوڑیاں تقسیم کرتا ہے' اس کی آواز بے حد سریلی ہے' دہاڑ سو شیروں جتنی' اور جب اس کے چاروں طرف تاریکیاں چھا جاتی ہیں تو ایک ٹمٹماتا ہوا کنکر اس کے پیروں میں آ گرتا ہے۔ وہ اپنے سینے میں اٹھتے طوفان کا گلا گھونٹ دیتی ہے: نہیں نہیں' میں کھڑکی میں نہیں جاؤں گی' وہ مجھے اپنے پاس بلائے گا۔ میں کھڑکی سے نیچے پیر رکھوں گی تو خونخوار کتا میری تکا بوٹی کر دے گا۔ لیکن یہ خود کھڑکی پھلانگ کے یہاں کیوں نہیں آ جاتا؟ اسے کیا پتا میں کس حال میں ہوں؟ نہیں' اسے مجھ میں اتنی دلچسپی نہیں یا وہ یہ چاہتا ہے کہ میں خود ہمت کروں..... لیکن اگر کسی طریقے سے میں اس تک پہنچ بھی جاؤں تو کیا فرق پڑے گا؟ دیوانہ ہے' فقیر ہے' مجھے میری ماں بہنوں ایسے کپڑے کہاں سے لا کر دے گا؟ مجھے ریوڑیاں اچھی نہیں لگتیں' مگر یہ ہے کون اور سدا ٹکٹکی لگائے کھڑکی کی طرف کیوں دیکھتا رہتا ہے۔ وہ چاہتی بھی تو کہیں نہیں جا سکتی تھی' وہ چاہتی بھی تو اسے کچھ بتا نہیں سکتی تھی کیونکہ اس کی ماں سوتیلی تھی اور وہاں سے نکلنے کے ہر راستے پر خوف ناک کتے کا پہرہ تھا۔ اس کتے سے اس کی جان جاتی تھی۔ جب بھی وہ چوری چھپے کچھ کھانے

KitaabPoint.blogspot.com

لگتی تو وہ کہیں سے آن موجود ہوتا' جب وہ اپنی بہنوں کے کپڑے چرا کر پہننے کی خواہش کرتی تو اس کتے کا تنفس اس کی ہر خواہش پر چھا جاتا' ہر قسم کی قید سے فرار کے ہر راستے پر وہ زبان نکالے ہانپتا ہوا وحشی' مکار نظروں سے دیکھتا کھڑا ہوتا۔

اس کی ماں اور بہنیں ہر وقت زرق برق پوشاک پہنے رہتی تھیں۔ اکثر ان کے گھر مہمان آئے رہتے تھے۔ ہر رات وہ خود کہیں نہ کہیں دعوت پر چلی جاتیں۔ اسے کسی سے نہ ملنے دیا جاتا۔ مہمانوں کے آنے سے پہلے اسے سارے گھر کو شیشے کی طرح چمکانا پڑتا۔ اس کی ماں اور بہنیں بننے سنورنے میں مصروف ہوتیں۔ جب گھر میں مہمانوں کے قہقہے گونجنے لگتے تو وہ باورچی خانے میں بند ہو کر برتن دھونے لگتی۔ رات کو جب وہ چلی جاتیں تو یہ تھکی ٹوٹی اپنے کمرے میں آ جاتی' تنہا بیٹھ کر الجھی اون کو سلجھانے لگتی اور نہ چاہنے کے باوجود کبھی کبھی کنکر کا انتظار کرنے لگتی۔

ازل سے اس کی یہی زندگی تھی۔

پھر ایک رات اس کی ماں اور بہنیں حسب معمول کسی دعوت پر گئی تھیں اور وہ اپنے کمرے میں بیٹھی دل بہلانے کے لئے ان کنکروں کو گن رہی تھی تو اس کا نیم روشن کمرہ یکا یک جگمگا اٹھا۔ اس نے چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھا: بہت تیز روشنی تھی۔ باہر کار کے انجن کی آواز آ رہی تھی۔ نہیں وہ نہیں ہو سکتا۔ وہ گھٹنوں بجھتے اور لڑکھڑاتے دل کو سنبھالتی کھڑکی کے پاس گئی۔ اوٹ سے دیکھا: ایک شاندار لمبی سیاہ کار کھڑی تھی۔ ایک خوبرو نوجوان سیاہ سوٹ پہنے اترا اور بوٹائی کو درست کرتا اس کی کھڑکی کے قریب آ گیا۔

..... تم ہو؟

اس نے سرگوشی میں کہا۔

..... تم آ گئے' تم آ گئے۔ مجھے ازل سے تمہارا انتظار تھا۔

اس نے دیوار کے ساتھ سر لگا کے آنکھیں موند لیں۔

پھر یک دم گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا: کتا کہیں نہیں تھا۔

..... تم ہو؟

.....ہاں۔

لفظ اس کی زبان سے پھسل گیا۔

..... گڈ۔

KitaabPoint.blogspot.com

وہ کھڑکی پھلانگ کے اندر آ گیا۔

..... نہیں نہیں' تم چلے جاؤ یہاں سے۔ میری ماں سوتیلی ہے۔

..... گھبراؤ نہیں کوئی بات نہیں' وہ یہاں نہیں آئے گی' لو یہ پہن کر دکھاؤ۔

نوجوان نے اپنی جیب سے بڑا خوبصورت جوتا نکالا جس میں ہیرے جڑے تھے۔

..... پہنو۔

نوجوان کی آواز میں تحکم تھا۔ وہ مفلوج سی ہوگئی۔ اس نے آواز کے سحر کے زیر اثر جوتا پہن لیا۔

..... بالکل فٹ ہے' تمہارا ہی ہے۔

..... میرا؟

..... ہاں تمہارا۔ تم رات شہزادے کی دعوت سے بھاگتے وقت چھوڑ آئی تھیں۔

..... میں؟

..... ہاں۔ تمہیں یاد نہیں ایک پری تمہیں ہمارے شہزادے کے محل میں لے گئی تھی اور تم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ .....

..... لیکن وہ تو خواب تھا۔

..... وہ خواب تھا یا نہیں تھا' مجھے تاویلیں پیش کرنے کا حکم نہیں۔ چلو' شہزادہ تمہارے انتظار میں بے قرار ہے..... چلو۔

اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ آخر ہزار سال بعد وہ دن آ ہی گیا کہ اس کی نجات ہوگئی اور وہ بھی اتنے شاندار طریقے سے شہزادے کے ہاتھوں۔ اس کی ماں اور بہنوں کو پتا چلا تو وہ حسد کی آگ میں جل جل کر مر جائیں گی۔ پھر بھی اس نے انجانے خوف سے کہا:

..... لیکن.....

..... لیکن ویکن کچھ نہیں۔ شہزادہ تمہیں اس قید سے نجات دلا کر رہے گا۔ پھر تم ساری عمر اس شاندار محل میں رہو گی۔ جہاں.....

اس نوجوان نے اس کے سامنے جنت تخلیق کی۔

..... اب چلو۔

اس نے اپنے میلے کچیلے کپڑوں پر نظر ڈالی اور نوجوان بھانپ گیا۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... اس کی فکر نہ کرو۔ کار میں شہزادے کا بھیجا ہوا لباس رکھا ہے۔

..... مگر..... وہ کتا.....

اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔

نوجوان نے ہنس کر کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی اور اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا۔ خونخوار کتا معصوم بکری بنا ڈاگ فوڈ کی ضیافت اڑانے میں مصروف تھا۔

..... آؤ۔

نوجوان نے حکم دیا۔

وہ جنت کی خواہش میں کھڑکی سے اتر آئی۔ نوجوان نے اس کے لئے لیموسین کا دروازہ کھولا وہ کار میں قدم رکھنے ہی والی تھی کہ اس کے کانوں میں آواز آئی:

..... نہ جانا۔

اس نے چونک کر دیکھا' پاس ہی سبز درخت کی اوٹ میں سرخ چادر والا دیوانہ کھڑا تھا۔ اس نے گھبرا کر دیوانے کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ دیوانہ مسکرایا:

..... یہ کچھ نہیں سن سکتا اسے کچھ خبر نہیں۔

اس نے نوجوان کو دیکھا: نوجوان دروازہ کھولے ساکت کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں جامد تھیں۔

اس نے پھر فٹ بورڈ کی طرف قدم بڑھایا۔

..... نہ جانا۔

دیوانے نے پھر کہا۔

..... میں شہزادے کی جنت میں جا رہی ہوں۔

..... پھر واپس نہ آ پاؤ گی۔

..... تمہیں اس سے کیا؟ وہ بہت خوبصورت ہے' شہزادہ ہے۔

..... تو پھر میری ایک بات مانو: جب وقت ٹھہر جاتا ہے اور مرتا ہوا لمحہ دوسرے لمحے میں جنم لیتا ہے' اس لمحے سے پہلے پہلے لوٹ

KitaabPoint.blogspot.com

آنا۔

وہ ہنسی۔

.....میں تمہارا انتظار کروں گا۔

وہ اور زور سے ہنسی اور کار میں آ کر بیٹھ گئی۔

.....دیوانہ۔

..... کون دیوانہ؟

نوجوان نے پوچھا۔

..... تم نہیں جانتے۔

اس نے کار کے پچھلے شیشے سے دیکھا۔ اس کے کمرے سے آتی مدھم روشنی میں دیوانہ سبز درخت میں گولڈ مہر کا پھول تھا۔

محل میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہر رنگ' ہر نسل کے لوگ تھے۔ گورے چٹے' نیلی آنکھوں والے شہزادے نے بڑے فخر سے اس کا استقبال کیا' مہمانوں سے تعارف کرایا۔ اس کے پیر زمین پر نہیں تھے۔ وہ جنت میں تھی۔ رفتہ رفتہ اس کے کانوں سے وہ آواز غائب ہوگئی تھی..... اس لمحے سے پہلے پہلے لوٹ آنا جب مرتا ہوا لمحہ دوسرے لمحے میں جنم لیتا ہے..... وہ بار بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھتی تھی۔ شہزادے نے تنگ آ کر اس کی گھڑی اتار کے پھینک دی تھی۔ ساتھ ہی وہ آواز مر گئی تھی۔

..... شکریہ۔

اس نے کہا اور کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

اس نے سونے کے برتنوں میں کھانا کھایا اور ہیرے جڑے گلاسوں میں پانی پیا۔ اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔ اسے کھانے کا نشہ اتنا چڑھا کہ ناچ کے لئے شہزادے کی درخواست پر وہ بمشکل اٹھی۔

ہر راؤنڈ میں شہزادہ اسے سینے کے ساتھ چمٹا لیتا اور وہ بادلوں میں اڑنے لگتی۔ باقی سب شہزادیاں دل ہی دل میں کڑھتی تھیں اور اسے کوستی تھیں۔

ایک راؤنڈ میں شہزادہ اسے سینے سے چمٹائے موسیقی کی لہروں پر بہتا اسے اپنی خواب گاہ میں لے آیا اور وہ دونوں نڈھال ہو کے پروں کے بستر پر گر پڑے۔ شہزادے نے ہاتھ لہرا کے سونے سے بھری طشتریوں کی طرف اشارہ کیا۔

KitaabPoint.blogspot.com

.....یہ سب تمہاری ہیں۔

.....ہیں۔

اس نے نیم خوابیدہ آنکھوں سے دیکھا۔

.....اب تمہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔

.....ہوں۔

.....اب تم میری ہو۔

جانے شہزادے کو کیا ہوا اس نے اس کا گریبان پکڑ کے جھٹکا دیا۔ اس نے چونک کر دیکھا: شہزادے کے چمکیلے دانت ایک ایک کر کے گرنے لگے۔ وہ گھبرا کے اٹھی۔ شہزادے کا بھیجا ہوا لباس روئی کا تھا۔ شہزادہ دیوانہ وار روئی نوچ رہا تھا۔ وہ اس کے بازوؤں میں کسمسائی۔ عین اسی وقت خواب گاہ کا کلاک چیخا: وقت رک گیا ہے۔ رک گیا ہے۔ لوٹ آؤ۔ لوٹ آؤ۔ بھاگو۔ بھاگو۔ دوسرے لمحے کے پہلے سانس سے پہلے لوٹ آؤ۔

اس نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے شہزادے کو دیکھا: شہزادے کی مصنوعی بالوں کی وگ سر سے اتر گئی تھی' اس کی نیلی آنکھیں کرچی کرچی ہو گئی تھیں' اس کے دانت جھڑ چکے تھے۔ صرف کینائنز (Canines) تھے جن پر خون کی سرخی تھی۔

وہ اس کے پنجوں سے تڑپ کر نکلی۔

.....یہاں سے کیسے جاؤ گی۔

شہزادے ہنستے ہنستے بستر پر دھرا ہو گیا۔ کلاک اور بھی زور سے چیخا۔ وہ اپنے ستر کو ہاتھوں سے ڈھانپ کر دروازے کی طرف بھاگی۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہاں اس کی سوتیلی ماں اور بہنیں ہیرے کی جوتیاں پہنے' اس کی طرف بازو پھیلائے کھڑی ہنس رہی تھیں۔ وہ دوسرے دروازے کی طرف بھاگی۔

دوسرا' تیسرا' چوتھا۔ ہر دروازے پر اس کی سوتیلی ماں اور بہنیں بازو بڑھائے اسے پکڑنے کے لئے کھڑی ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح اس جنت میں چکر لگا رہی ہے۔ شہزادے کے قہقہے کلاک کی چیخوں میں الجھے اس کا پیچھا کر رہے ہیں اور وہ ہاتھوں سے اپنا ستر چھپائے بھاگ رہی ہے' بھاگ رہی ہے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

پرومیتھیس

میز پر چند کاغذ' بغیر پتلیوں کی آنکھیں اس کی آنکھوں میں' اس کے ہاتھ میں قلم کی انی پر پتلیاں۔

..... میں کیا لکھوں؟

وہ شفاف کاغذوں سے نظر ہٹاتا ہے۔ نہ چاہنے کے باوجود اس کی نظریں دیوار پر جا پڑتی ہیں۔ ایک بوسیدہ فریم میں چھ نو سائز کی تصویر' کمرے میں لگی واحد تصویر' جو کسی کلاسیک کاری پرنٹ ہے:

قوی ہیکل جوان' دیوتاؤں کی قبیل کا' آہنی زنجیروں میں جکڑا چٹان سے نتھی ہے۔ عقاب اس کا جگر نوچ رہا ہے۔

اس کی نظریں فوراً بغیر پتلیوں کی آنکھوں میں پلٹ آتی ہیں۔

..... لیکن مجھے لکھنا ہوگا۔

وہ اٹھتا ہے۔ آئینے کے سامنے جا کر کہتا ہے:

مجھے لکھنا ہے۔

اسی وقت اس کی دائیں پسلیوں کے نیچے ہلکا سا درد اٹھتا ہے۔ وہ فوراً کاغذوں والی میز کو لوٹ آتا ہے۔ بایاں ہاتھ دائیں جانب پسلیوں کے نیچے رکھتا ہے اور دائیں ہاتھ سے قلم اٹھاتا ہے جس کی انی پر پتلیاں ہیں۔ میز پر بکھری بغیر پتلیوں کی آنکھیں اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں اترتی ہیں۔

وہ نب کی نوک کاغذ پر رکھتا ہے۔

چھ نو سائز کی تصویر پھڑ پھڑاتی ہے۔ اس کے کندھوں کے عین درمیان کنویں میں زنجیروں کی گونج ابھرتی ہے۔ وہ منڈیر کو قلم والے ہاتھ سے تھامتا ہے۔

..... لیکن مجھے لکھنا ہے I am committed مجھے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔

اس کی دائیں پسلیوں پر اس کے بائیں ہاتھ کا دباؤ بڑھ جاتا ہے وہ دوہرا ہوا بڑی مشکل سے اٹھتا ہے اور پانی سے درد کی گولی نگلتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

یہ پتہ ہے یا جگر؟ ڈاکٹر ابھی تک تشخیص نہیں کر پایا۔ اگر اس درد نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تو میں یہ سیٹ ہی نکلوا دوں گا' کیونکہ مجھے لکھنا ہے میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں' لیکن یہ درد۔

وہ ایک اور گولی کھاتا ہے' درد کو سہلاتا ہے۔

پہلے جب کبھی اس حصے میں ہلکی سی ٹیس بھی اٹھتی تھی تو وہ قلم کی انی پر چڑھی پتلیوں کو فوراً کاغذ پر اتار دیتا تھا اور اسے ان Pain killer کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ لیکن تب چھ نو سائز کی تصویر کا سائز چھ نو نہیں تھا۔ کائنات کی وسعتوں پر محیط تھا اور یہ تصویر پھڑ پھڑاتی نہیں تھی' اس کے کندھو کے عین درمیان کنویں میں زنجیروں کی زبان نہیں تھی۔ پھر تصویر سمٹ سمٹا کر چھ نو سائز کی ہو گئی۔ عقاب کی پھڑ پھڑاہٹ اور زنجیروں کی زبان دھیرے دھیرے رفتہ رفتہ صاف و شفاف کاغذ اور قلم کی نوک کے درمیان دیواریں بن گئی تھیں اور چاروں طرف سے اس کے گرد سمٹنے لگی تھیں۔

نہیں نہیں' یہ بہت اذیت ناک ہے۔ میں اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر قلم کی انی کی پتلیاں کاغذ پر اتر آئیں تو میں.....

اس کی نظریں پھر چھ نو سائز کی تصویر پر پڑتی ہیں اور کراہ کے پلٹ آتی ہیں۔

نہیں۔ یوں میں اس Commitment کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا' میں ایک اور گولی کھاؤں گا۔ یہ پتہ ہے یا جگر' مجھے بہر حال لکھنا ہے وہ سامنے کھڑکی سے پار دیکھتا ہے۔ وہ نازک نازک گندمی ہاتھ کپڑے دھوتے نظر آتے ہیں۔ باقی سب کچھ پردے کے پیچھے چھپا ہے۔ شاید Pain killer کی وجہ سے پسلی کے نیچے درد کم ہو جاتا ہے۔ وہ سکون کا سانس لیتا ہے اور قلم اٹھا کے کاغذ پر لکھتا ہے۔

گھر کی اس منزل پر' جہاں میں بیٹھا ہوں' سامنے کے گھروں کی قطار چاند کی شکل میں گھوم گئی ہے۔ کھڑکی سے مجھے نیواڑی پلنگ صاف نظر آتا ہے' جس پر بیٹھی الف ننگی لڑکی اپنے جسم کے ایک ایک ملی میٹر پر تیل کی مالش کر رہی ہے۔ اس کا چہرہ سورج کی طرف ہے' یعنی میری طرف۔ اس کا جسم دھوپ میں لشک رہا ہے۔ اس نے پلنگ پر ٹانگیں پھیلا لی ہیں' بغلوں میں بالوں کے گچھوں سے پسینے کے ننھے ننھے قطرے لرزنے لگے ہیں۔ وہ بڑے انہماک سے تیل مل رہی ہے۔ اس کے ہاتھ چھاتیوں سے پھسل کر پیٹ پر آ گئے ہیں۔ اب ران' ران کا اندرونی حصہ = پسینے کے قمقمے پھوٹ گئے ہیں۔ اگر اس پر سورج اسی طرح چمکتا رہا تو گندمی رنگ جھلس جائے گا۔

یہ پیارے پیارے' نرم نرم گندمی ہاتھ کس کے ہیں؟ پردوں کی اوٹ سے نکلے سل پر مصالحہ رگڑ رہے ہیں۔ اسی سطح پہ' پیڑھی پر کولہے' ہاتھوں کی ہر جنبش کے ساتھ بڑھتے ہیں' ہٹتے ہیں' مسلسل حرکت' ارتعاش' مدوجزر' جوان گندم کے کھیتوں میں ہوا' دھان کے

KitaabPoint.blogspot.com

پیروں میں بہتا پانی۔

اس لڑکی کے جسم پر شاید میری نظروں کی چیونٹیاں رینگنے لگتی ہیں۔ وہ سورج کی کرنوں میں ایک تیز لہر کی طرح اٹھی ہے اور پگھل کر بہہ گئی ہے/ ساتھ والی کھڑکی کے پٹ زور سے بند ہوتے ہیں یہ غسل خانہ ہے۔ اس کھڑکی کے پٹ سیاہ ہیں۔ اس کے ساتھ والی کھڑکی سفید' اسی طرح ہر کھڑکی ہے کہ چاند کی شکل کے احاطے میں بنے مکان ہیں' شطرنج کی بساط دکھائی دیتے ہیں۔ جب آندھیاں آتی ہیں اور سیاہ و سفید کھڑکیوں کے پٹ دہلیزوں سے ٹکراتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے سیاہ و سفید وردیاں ایک دوسرے سے الجھ گئی ہیں۔ بادشاہ' وزیر' پیادے' قلعے' گھمسان کا رن پڑتا ہے اور پھر تیل میں ملی بارود کی بو' بارود کی بو' بارود.....

.....بارود کی بو؟

کاغذ پر چلتے چلتے اس کا قلم یک دم رک جاتا ہے۔ وہ قلم اٹھا کر نب کی نوک کو دیکھتا ہے۔ انی پر ننگی پتلیاں اسے گھورتی ہیں۔ اس کے کندھوں کے درمیان کنویں میں زنجیریں یک لخت چیخ اٹھتی ہیں۔ وہ ایک بار پھر دائیں پسلی کو دوسرے ہاتھ سے تھامتا ہے۔

آئی ایم سوری۔ میں کہاں سے چلا تھا اور کہاں جا نکلا۔ نہیں' تیل میں گچ کیے ہوئے کنوارے گندمی جسم سے بارود کی بو کیسے آ سکتی ہے؟

میری نظروں کی چیونٹیاں ہی تو ہیں' ٹینک نہیں اور لڑکی کا جسم العالمین کی ماں نہیں کہ جس پر رومیل کے ٹینک چڑھ جائیں پرے رہو' پرے رہو' مجھے زنجیروں سے نہ باندھو' اپنی کٹار ایسی چونچ کو میان میں ڈال لو۔ دیواریں میرے گرد کیوں سمٹ رہی ہیں؟ میں اپنے لکھے ہوئے آخری الفاظ واپس لیتا ہوں۔ میں آگ نہیں دونگا۔ میں.....اس تحفے کو قلم کی سیاہی سے بجھا دیتا ہوں۔

غسل خانے کی سیاہ کھڑکی کے نیچے سفید کھڑکی' باورچی خانے کی ہے۔

وہ فوراً جملہ کاٹتا ہے اور فوراً لکھتا ہے۔

گندمی ہاتھوں میں شعلہ بھڑکا ہے اور چولہے میں آگ جلنے لگی ہے۔

وہ جملہ کاٹ دیتا ہے۔

..... نہیں' وہی ہاتھ کپڑے دھو رہے ہیں' دھو رہے ہیں اوپر چھت پر تنی رسی پر لٹکتے کپڑوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چادریں ہوا میں پرچم ہیں۔ شلواریں' رنگا رنگ شلواریں' پائینچوں کی اندرونی طرف سے اٹھتے ہوئے تکون کے زاویے جو نیفے کے عین درمیان ایک بالشت نیچے جا کر مل جاتے ہیں' سب سے معکوس زاویہ۔

KitaabPoint.blogspot.com

وہ لمحہ بھر کے لئے چھت پر تنی رسی پر پھڑکتے' سوکھتے کپڑوں کو دیکھتا اپنے قلم کو چوستا ہے' پھر دوات میں ڈبو کے لکھنے لگتا ہے۔

..... چادر کی اوٹ سے دو ہاتھ فضا میں ابھرتے ہیں۔ گندمی' نازک نازک ہاتھ رسی پر انگیا کو لٹکا کے چادر کے پیچھے غائب ہو گئے ہیں۔ انگیا کا سائز اگر میں مایو پک نہیں تو' بیالیس انچ ہے۔ کتنی بھرپور لڑکی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اس گھر میں اتنے کپڑے کیوں دھوئے جاتے ہیں۔ تیل گرنے کا امکان تو نہیں پر شاید' شاید.....

وہ بڑے اطمینان سے کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتا ہے اور سامنے شطرنج کے خانوں کو دیکھتا ہے۔

کھڑکیوں میں اتنی حرکت کے باوجود اس کے صرف ہاتھ کیوں نظر آتے ہیں؟ ان ہاتھوں کے ساتھ وجود بھی ہے یا نہیں' یا ہاتھوں کے علاوہ ساری گندم پگھل گئی ہے۔

لفظوں کی لکیر آگے کو رینگتی ہے۔

..... نیچے بازار میں اس مکان کا سیاہ دروازہ کھلا ہے' جیسے کوئی بڑی مدت سے کھڑا ہجار رہا تھا۔ اس شخص کی شکل صاف نظر نہیں آتی۔ دروازے کی سیاہ بیک گراؤنڈ میں اس کا رنگ چونا ہے۔ اس کے انداز سے لگتا ہے جیسے ازل سے وہاں کھڑا ہے۔ دستک دے رہا ہے۔ ادھ کھلے سیاہ دروازے کی اوٹ سے ہنسی ابھری ہے اور شعلہ لپکا ہے۔ نازک نازک ہاتھ اس گندمی لڑکی کے ہیں جو سامنے پلنگ پر الف ننگی بیٹھی جسم کے ایک ایک ملی میٹر کو تیل سے ملتی رہتی ہے۔

ایک جھٹکے سے سامنے کی کھڑکی کے پردے گر گئے ہیں۔ اب وہ آرام کر رہی ہے۔ سرخ پردوں کے پیچھے پلنگ پر لیٹی۔ کپڑے دھو دھو کر' مصالحہ رگڑ رگڑ کر تھک چکی ہے۔ اب آرام کر رہی ہے اور اپنے ناخنوں سے تیل کی بو میں الجھی بارود کی بو کو الگ کر رہی ہے۔

اوشٹ' یہ بارود کی بو پھر آ گئی۔ طوفان تو آگے گزر چکا۔ شطرنج پر ہر مہرہ جامد ہے' کھڑکیوں کے پٹ حرکت میں نہیں' تو پھر؟

وہ کندھوں کے درمیان کنویں میں ابھرتی ابھرتی جھنکار کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔

..... پھر وہ پہلے اپنے ذہن میں سر کو وجود سے علیحدہ کرتی ہے۔ جونہی وہ گردن کو علیحدہ کرتی ہے تو سر کو چھوڑ دیتی ہے۔ پھر گردن کو چھوڑ کے دایاں کندھا' بایاں کندھا' دائیں چھاتی' بائیں چھاتی' پھر ٹانگیں۔

جب میری دائیں پسلی کا درد میرے ہر جوڑ میں اتر آتا ہے تو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں بھی اپنے ہر عضو کو اسی طرح آئسولیٹ کر کے چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن اب مجھے درد محسوس نہیں ہو رہا' مجھے کوئی آواز نہیں آ رہی' دیوار نظر نہیں آ رہی اور میں بہت خوش ہوں' بہت خوش کہ میرا پتہ؟ میرا جگر؟ میری گردن؟ (کالی ماتا نہیں)۔ کالے پتا کے قدموں سے بہت دور ہے۔ قربانی نہیں ہو گی۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... ہاں تو اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ پردے گرا دیئے ہیں اور خود بڑی تیزی سے پرے ہو گئی ہے۔ پردے سرخ ہیں۔ سرخ سرخ کپڑے کا پردہ گرا ہے۔ سرخ پردے کے پیچھے پلنگ پر لیٹ کے اس نے تمام اعضا ڈھیلے چھوڑ دیئے ہیں اور لمبے لمبے سانس لے رہی ہے۔ اس کے گھر کی سیڑھیاں قدموں کی آواز میرے قلم کی نوک میں گونج رہی ہے۔ غسل خانے کی کھڑکی کے پٹ کھلے ہیں۔ اندر کوئی نہیں۔ فلش کی زنجیر سیڑھیاں چڑھتے قدموں کی آواز کے ارتعاش سے ہولے ہولے لرزاں ہے۔ سرخ پردوں کے پیچھے اس نے قمیض اتار کے اپنی انگیا کا بند کھولا ہے اور اپنی کنواری؟ چھاتیوں کو ہولے سے مسل رہی ہے۔ بادشاہ، وزیر، قلعے، پیادے، گھوڑے۔ سب میری دائیں پسلی کے نیچے ساکت ہیں۔ بساط کے نچلے حصے پر اس کے سامنے کے مکانوں کا سایہ ہے۔ سورج اب 45 ڈگری پر ہے اور اوپر رسی پر چادریں، شلواریں، انگیا دھوپ میں خشک ہو کر اکڑ گئی ہیں۔ لڑکی نے ازار بند کھول کے ساٹن کی شلوار کا نیفہ ذرا نیچے سرکایا ہے۔ پسینہ اس کی ناف میں اتر کے بھنور بن گیا ہے۔ ناف کے کناروں سے اچھل کر پیٹ کی ڈھلوان.....

لاحول لا..... یہ میں کیا لکھ رہا ہوں؟ کیا اب میرے لئے لکھنے کو اور کچھ نہیں رہا؟

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کندھوں کے درمیان اٹھی منڈیروں کو تھامتا ہے غسل خانے میں فلش کی زنجیر نزدیک آتے قدموں کی آوازوں سے اور بھی لرزاں ہے۔ اس کا درد پسلی سے پھوٹ بہا ہے اور اس کی رانوں کے معکوس زاویے کی طرف بڑھتا ہے۔ دیوار پر لگی چھونو کی تصویر پھڑ پھڑاتی ہے۔ زنجیروں کی آواز بڑے شور سے ابھرتی ہے۔

نہیں، یہ فلش کی زنجیر ہے۔

اس سے درد نہیں سنبھلتا ہے۔ وہ کرسی سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے درد کو دباتا ہے۔ اچھلتا ہے۔ دباتا ہے، ناچتا ہے، بھنگڑہ، درد، ناچ، درد، درد۔

میں لکھنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے لکھنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، کوئی چارہ نہیں لیکن یہ لکھوں؟ یہ لکھوں؟ جو لکھ رہا ہوں.....!

آوازوں کی دیواریں اس کے گرد سمٹتی ہیں۔

نہیں، میں قلم کی انی پر گھومتی پتلیوں کو کاغذوں کے ڈیلوں پر نہیں اتاروں گا۔ میں بزدل ہوں۔

وہ کھڑکی کی طرف بھاگتا ہے۔

..... لڑکی شلوار اتار کے پلنگ پر دراز ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

اوہ واٹ دی ہیل۔

..... شلوار اتار کے پلنگ پر دراز ہے' دراز ہے۔

اوواٹ دی ہیل' واٹ دی ہیل۔

وہ پھر پلٹتا ہے اور چھنو کی تصویر کو دیکھے بنا گزر کے آئینے کے سامنے جاتا ہے۔ آئینے میں اس کی صورت مسخ ہے۔ وہ مختلف زاویوں سے اپنے عکس کو صحیح کرنے کی کوشش کرتا ہے درد اور بڑھتا ہے وہ اور بھنگڑہ ڈالتا ہے۔ ناچ' ناچ' درد' زلزلہ۔ وہ درد کی گولیوں کی خالی شیشی میں جھانکتا ہے۔

..... سرخ پردے کے پیچھے چونے میں اٹا عاشق اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے' پھر اس کی پیٹھ پر' چھاتیوں پر' پیٹ پر' اس کی رانوں کی اندرونی طرف' وہ چپ چاپ ننگی لیٹی ہے۔

میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ فریب دوں؟ فریب دوں؟ نہیں' نہیں۔

وہ دونوں ہاتھوں سے جگر کو مسلتا پھر آ کے کرسی میں بیٹھتا ہے اور قلم اٹھاتا ہے۔

یہ درد یوں نہیں جائے گا۔

وہ قلم کی نوک کاغذ پر رکھتا ہے۔

اور جو بعد میں مسلسل جگر کو..... لیکن اس درد سے تو پیچھا چھوٹے گا

وہ لکھتا ہے' دیوانہ وار لکھتا ہے۔

..... سرخ پردوں کے پیچھے لڑکی کا پیٹ پھول گیا ہے۔ معلوم نہیں تھا کہ درد کی چونچ پر ناچتے ہوئے ستمبر' اکتوبر' نومبر' دسمبر' جنوری پانچ ماہ گزر چکے ہیں۔ اسے پانچ ماہ کا حمل ہے۔ اس کا سارا گرد و پیش تاریک ہے۔ اس کے سامنے صرف سفید کاغذ ہے جس پر وہ اپنے قلم کی انی سے پتلیاں اتار رہا ہے۔ جانے کیوں کوئی جنبش نہیں' آواز نہیں۔

میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں؟ اس کا قلم لمحہ بھر کے لئے رک کے چلتا ہے۔

..... چھوٹا سا بچہ' جو ابھی پوری طرح بنا نہیں' فلش کموڈ کے کنارے پر ٹنگا ہے۔ اس میں جان نہیں' یہ صرف پانچ ماہ رحم میں رہا' دو نازک نازک زردی مائل گندمی ہاتھ' دروازے کی اوٹ سے کانپتے بڑھتے ہیں اور سبزی کاٹنے والی چھری سے اس بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں' قیمہ بناتے ہیں' کموڈ میں ڈالتے ہیں اور فلش کی زنجیر کھینچ دیتے ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

جملہ ختم کرتے ہی فلش کا سیلاب بن کے اس کے دماغ میں اٹھتا ہے۔ وہ قلم پھینک کے سامنے دیکھتا ہے۔ سامنے غسل خانے میں فلش کی زنجیر زور زور سے ہل رہی ہے۔

یہ میں نے کیا لکھ دیا!

وہ اپنے سامنے پھیلے کاغذوں کو دیکھتا ہے۔ آخری پیرے پر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' اس کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ جاتی ہے۔ وہ کاغذ پر اتری پتلیوں سے نظریں چھڑاتا ہے۔ پلٹ کر دیوار پر چھنو کی تصویر کو دیکھتا ہے جس میں عقاب' دیوتاؤں کی قبیل کے اس آدمی کا جگر مسلسل نوچ رہا ہے' نوچ رہا ہے اور وہ زنجیروں میں بندھا' بے بس' چٹان کے ساتھ نتھی ہے۔ اس کی نظریں پھر اپنے مسودے کے آخری پیرے پر پڑتی ہیں۔

مجھے معاف کر دیجئے۔ آئی ایم سوری سر۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔

قلم کی انی سے اتری پتلیاں اسے گھورتی ہیں' سلگتی ہیں' بھڑک اٹھتی ہیں۔ وہ کندھوں کے درمیان کنویں کی منڈیر کو تھامتا ہے جس میں پھڑ پھڑاہٹ اور جھنکار کا طوفان ہے۔

یہ شعلہ اس کا ذمہ دار ہے۔ یہ روشنی بجھا دو' اس اذیت کو فنا کر دو۔ قلم کی انی نہیں بچھو کا ڈنک ہے۔

وہ دوات اٹھا کے پتلیوں پر انڈیل دیتا ہے۔ شعلے اور بھڑکتے ہیں' روشنی اور لچکتی ہے' زہر اور سرایت کرتا ہے' کٹار ایسی چونچ سے ٹپکتے درد کو وہ کبھی دائیں پسلی میں تھامتا ہے' کبھی سر میں پکڑتا ہے' کبھی پھر پسلی میں' ڈگمگاتا اٹھتا ہے۔ لڑکھڑاتا ہوا جا کے درد کی گولیوں کی خالی شیشی اٹھاتا ہے اور ڈاکٹر کے کلینک کی طرف بھاگتا ہے۔

چھنو کی تصویر کا تابلو فریم میں جڑا ازل سے دیوار پر پھانسی کی سزا بھگت رہا ہے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

گائے

ایک روز انہوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ اب گائے کو بوچڑ خانے میں دے ہی دیا جائے۔

.....اب اس کا دھیلا نہیں ملنا۔

ان میں سے ایک نے کہا تھا۔

..... ان مٹھی بھر ہڈیوں کو کون خریدے گا۔

..... لیکن بابا مجھے اب بھی یقین ہے' اگر اس کا علاج باقاعدگی سے.....

تم چپ رہو جی' بڑے آئے عقل والے۔

نکا چپ کر کے ایک طرف ہو گیا تھا اور بابا اپنی داڑھی میں عقل کو کریدتا ہوا اس کے بڑوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

میں جب زبان ہلاتا ہوں تو یہ بوچڑ بن جاتے ہیں جس روز سے میں نے اپنی ماں کو پہچانا ہے' اسی روز سے چنکبری کو بھی جانا ہے اور جس دن سے یہ لوگ اسے بوچڑ خانے لے جانے کی سوچ رہے ہیں' اس دن سے میں ہر لحہ یتیم ہوتا ہوں۔ یتیم ہوتا ہوں' میں کیا کروں' یہ سب مجھ پر ہنستے ہیں کہ میں اس کی اتنی خدمت کیوں کرتا ہوں' ان ہڈیوں سے اتنا پیار کیوں کرتا ہوں' کیوں کرتا ہوں۔

.....آپ اسے بوچڑ خانے کے بجائے ہسپتال کیوں نہیں بھیج دیتے۔

نکے سے رہا نہیں جاتا تھا۔

..... تم نہیں سمجھتے' یہ ٹھیک نہیں ہو سکتی' اس کے علاج پر پیسہ خواہ مخواہ کیوں برباد کیا جائے۔

میں ناسمجھ ہوں! ابھی تو کل ہی ماں نے دھاگے میں پندرہویں گرہ لگائی ہے۔

..... آپ علاج کرا کے دیکھیں تو سہی۔

..... بڑوں کی باتوں میں دخل نہ دیا کرو۔

میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سب کو بوچڑ خانے دے آؤں۔

پھر سب نے مل کر گائے کی زنجیر پکڑی تھی لیکن جیسے گائے کو بھی سب کچھ معلوم تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلی تھی۔ انہوں

KitaabPoint.blogspot.com

نے مار مار کے اس کا بھرکس نکال دیا تھا۔ نکا ایک طرف کھڑا پتھرائی ہوئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

شاباش میری چنگبری میری گائے میری گئوماتا' ہلنا نہیں۔ تم نہیں جانتیں یہ لوگ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں' جانا نہیں' ہلنا نہیں' ورنہ ورنہ۔ نہیں تو۔

گائے اپنی جگہ پر اڑی' مڑمڑ کے اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ ذرا ہٹ کر گائے کا بچھڑا کھونٹے کے ساتھ ہی رسی سے بندھا بے تعلق بیٹھا تھا۔ ہڈیوں پر لاٹھیوں کی بوچھاڑ اسے نہیں سنائی دیتی تھی۔ نکے کے کان بھی بند ہو رہے تھے' رفتہ رفتہ۔

سارے بزرگ ہانپتے ہوئے پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر فیصلہ ہوا تھا کہ اگر یہ اب چل بھی پڑے تو ممکن ہے راستے میں کھمبا ہو جائے اس لئے بہتری یہی ہے کہ اسے ٹرک میں ڈال کر لے جایا جائے ٹرک میں تو اسے اٹھا کر بھی لادا جا سکتا ہے۔

اگلے روز ٹرک بھی آ گیا تھا۔

ٹرک کی آواز پر گائے نے مڑ کر دیکھا تھا۔ آنکھیں جھپکی تھیں اور پھر کھڑلی میں منہ ڈال دیا تھا۔ جہاں نکا چارہ ڈال کے ابھی ابھی ٹرک کو دیکھنے گیا تھا۔

..... آپ لوگ اسے واقعی۔

اسے یقین نہیں آتا تھا۔

..... نہیں تو ہم مذاق کر رہے ہیں؟

ایک نے کہا تھا۔

..... بابا' یہ گائے مجھے دے دو' میں اسے۔

..... حکیم کی اولاد۔

دوسرے نے کہا تھا۔

.....بابا اس کے بغیر میں۔

..... مجنوں کا بچہ۔

تیسرے نے کہا تھا۔

چوتھا پانچواں سارے بزرگ سارے بزرگ سالے ایک سے ہیں اور بابا جو اپنی داڑھی کو عقل کا گڑھ سمجھتا ہے جانے اسے کیا ہو

KitaabPoint.blogspot.com

گیا ہے۔

..... بیٹے ٹرک والے کو دس روپے دے کر بھی ہم بہت فائدے میں رہیں گے۔

او۔کم بخت سوداگر مجھ سے لو روپے مجھ سے' یہ لو۔لیکن میری مٹھی میں اس وقت تو ہوا ہے جب' جب میں بڑا ہو جاؤں گا۔

ہاہاہا۔

جب جب میں کمانے لگوں گا۔

ہاہاہا۔تب تب تک تو چنکبری کی ہڈیوں کا سرمہ بن گیا ہوگا۔میں میں کیا کروں۔ان میں سے ایک' گائے کو لانے کے لئے کھرلی کی طرف گیا تھا۔نکا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔یونہی دیکھنے کے لئے۔بڑے نے اس کی زنجیر کھولی تھی۔گائے نے کھرلی میں منہ مار کے دانتوں میں پٹھے دبائے تھے' مڑ کے نکے کو دیکھا تھا اور جانے کے لئے کھر اٹھایا تھا۔

.....نہ۔نہ۔نہ۔

نکا چیخا تھا۔

.... بکومت۔

گائے کھڑی ہو گئی تھی۔

..... ہے۔ہے۔ہے۔

بڑے نے زور لگایا تھا۔

.....نہ چنکبریے نہ۔نہ۔

.....چپ بھی کرو گے یا کھینچوں تمہاری زبان۔

نکے نے زبان کو قید کر دیا تھا۔بڑے نے پھر زنجیر کو جھٹکا دیا تھا۔

.... چلو میم صاحب! ٹرک والا تمہارے باپ کا نوکر نہیں جو سارا دن کھڑا رہے۔

گائے کی آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔زبان' قید میں پھڑ پھڑا کے رہ گئی تھی' لیکن وہ مشت استخواں وہیں کی وہیں تھی' نکا مسکرایا' پھر فوراً ہی اداس ہو گیا تھا۔

یہ تو یہ تو بک بھی چکی ہے اسے جانا ہی ہوگا۔مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر تھوڑی سی رقم لگا کے اس کا علاج باقاعدہ سے کیا جائے تو تو

KitaabPoint.blogspot.com

لیکن میں ان بزرگوں کا کیا کروں۔ کاش میں حکیم ہی ہوتا' اس بچھڑے کو شرم نہیں آتی۔ ماں کے جسم پر نیل پڑ رہے ہیں اور یہ باہر کھڑا الو کے پٹھوں کی طرح دیکھے جا رہا ہے۔

زبان پھڑ پھڑا کے رہ گئی تھی۔

پھر ان میں سے ایک کو بڑی اچھی سوجھی تھی۔ اس نے گائے کی دم پکڑ کر اسے تین چار بل دیئے تھے۔ وہ پیٹھ کے درد سے دور بھاگ گئی تھی۔ اس نے نکے کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا تھا۔ پیٹھ کا درد گائے کو ہانکتا ہوا بالکل ٹرک کے پاس لے آیا تھا۔ نکے کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

در فٹے منہ۔ لعنت لکھ لعنت۔

ٹرک والے نے گائے کے چڑھنے کے لئے ٹرک سے زمین پر تختہ لگا دیا تھا۔ گائے نے تختے پر کھر رکھا۔

..... نہ چڑھنا۔

..... اس کی زبان کاٹ لو..... یہ گائے کو ورغلاتا ہے۔

ڈراتا ہے۔

نکا پھر منہ بند کر کے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ گائے نے پہلے تختے کو دیکھا۔ پھر نکے کی طرف۔

در فٹے منہ' لعنت لکھ لعنت۔

اس کے علاوہ میں اور کیا کر سکتا ہوں' کیا کر سکتا ہوں۔

وہ ابھی تک نہیں ڈری تھی' پھر اس نے مشکوک نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ کر بڑے زور سے پھنکار ماری تھی۔

میری چتکبری جانتی ہے جانتی ہے کہ وہ تختے پر قدم رکھ کر ٹرک میں چلی جائے گی لیکن وہ یہ نہیں جانتی کیوں کیوں وہ چڑھنا نہیں چاہتی۔

ان سب نے مل کر اس کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی تھیں' گائے کی ٹانگیں تھرکی تھیں لیکن وہ اپنی جگہ سے قطعی نہیں ہلی تھی۔ جب انہوں نے مل کر دوسرا وار کیا تو وہ تکلیف سے دور بھاگنے کو تھی کہ بابا کی داڑھی میں عقل نے جوش مارا تھا اور اس نے جما کر اس کے منہ پر لاٹھی ماری تھی۔ گائے پھر تختے کی طرف منہ کر کے سیدھی ہو گئی تھی۔ بابا نے ہانپتے ہوئے کہا تھا۔

..... آؤ بیٹو!

KitaabPoint.blogspot.com

اوران سب نے مل کر پھر لاٹھیوں کا مینہ برسایا تھا۔

نکا دور کھڑا تھا بالکل بے تعلق' بے حس۔

..... یوں بات نہیں بنے گی۔

ایک نے اپنے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

..... تو پھر؟

وہ ٹرک کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے سوچ ہی رہے تھے کہ جانے گائے کو کیا سوجھی تھی۔ پلٹ کر یک دم بھاگ اٹھی تھی اور دھول اڑاتی نکے کے قریب سے بالکل اجنبیوں کی طرح گزر گئی تھی۔

نکا..... جسم کا مفلوج حصہ۔

.....دیکھو دیکھو وہ تو بائیں طرف۔

ایک چونکا تھا۔

..... قدرتی بات ہے۔

بابا نے اپنی داڑھی میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

گائے اپنے بچھڑے کو چاٹ رہی تھی۔ بابا کی آنکھیں مکارسی مسکراہٹ سے چمک اٹھیں۔

.....اس بچھڑے کو یہاں لے آؤ..... یہ چال تو ہمیں کل ہی چل جانی چاہئے تھی۔ ٹرک کے پیسے بھی بچ جاتے۔

نکا..... مفلوج وجود۔

ان میں سے ایک نے بچھڑے کی رسی پکڑی تھی۔ نکے کی زبان لرزی تھی۔ گائے کچھ سوچتی' قدم اٹھاتی' رکتی چلتی بچھڑے کے پیچھے پیچھے اس کے قریب سے گزری تھی تو آہستہ سے نکے کی زبان سے گالی پھسلی تھی۔ بچھڑا' تختے پر چڑھ کے پٹوسیاں مارتا ہوا ٹرک میں چلا گیا تھا۔ گائے تختے کے پاس جا کے پھر رکی تھی۔ بڑی حیرانی سے بچھڑے کو دیکھ کر آہستہ آہستہ گردن موڑ کے نکے کو دیکھا تھا۔ ایک نے فوراً بغل سے پٹھوں کا گٹھا نکال کر گائے کے آگے کر دیا تھا۔ اس نے چند ڈنٹھل دانتوں میں لے لئے اور پھر کچھ سوچ کر زمین پر گرا دیئے تھے اور اگلا کھر تختے پر رکھ دیا تھا۔ پھر دوسرا کھر۔

خدا معلوم نکے کو کیا ہوا تھا۔ یک دم اس کے سارے جسم میں تازہ تازہ گرم گرم لہو کا سیلاب آ گیا تھا۔ اس کے کان سرخ ہو گئے

KitaabPoint.blogspot.com

اور دماغ بے طرح بجنے لگا تھا۔ وہ بھاگا بھاگا گھر میں گیا تھا اور بابا کی دونالی بندوق اتار کے اس میں کارتوس بھرے تھے۔ اس جنون میں بھاگتا ہوا باہر آ گیا تھا اور کاندھے پر بندوق رکھ کر نشانہ باندھا تھا۔

اس نے کھلی آنکھ سے دیکھا۔ بچھڑا ٹرک سے باہر گائے کے گرائے ہوئے پٹھوں میں منہ مار رہا تھا۔ ٹرک میں بندھی گائے باہر منہ نکال کر بچھڑے کو دیکھ رہی تھی۔ ان میں سے ایک گائے کو لے جانے کے لئے ٹرک میں بیٹھا تھا اور بابا ایک ہاتھ سے اپنی داڑھی میں عقل کو سہلاتا ہوا باہر کھڑے ڈرائیور سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

پھر مجھے پتہ نہیں کیا ہوا۔ نکے نے نشانہ بنایا۔ گائے کو بچھڑے کو ڈرائیور کو بابا کو اپنے آپ کو یا وہ ابھی تک نشانہ باندھے کھڑا ہے۔

کوئی وہاں جا کے دیکھے اور آ کے مجھے بتائے کہ پھر کیا ہوا۔ مجھے تو صرف اتنا پتہ ہے کہ ایک روز انہوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

پرندے کی کہانی

یو بلڈی باسٹرڈ!

دربان نے زمین پر زہر تھوکا' آستین سے منہ پونچھا اور نوٹ والی مٹھی جیب میں ڈال لی۔ اس کی نظریں باہر دلان کی طرف کھلتے دروازے پر تھیں جاتے جاتے سفید فام سیاح یا س ف س نے گھوم کر ہاتھ ہلا کے الوداع کہا۔ دربان کی زبان سے پھر زہر ٹپکا' اس نے آستین سے دوبارہ منہ صاف کیا' چور آنکھوں سے لوگوں کو دیکھا' مسکرا کے جواب میں ہاتھ ہلایا اور جیب میں نوٹ کو ملتا مقبرے کی محراب کے نیچے اپنی جگہ پر آ کے بیٹھ گیا۔ وہ مسرور تھا اور نہیں بھی۔

س ف س بہت مسرور تھا۔ نیلے کانچ میں اس زمین کا سارا اسرار محصور تھا۔ اس ممٹر کے محراب کی تصویر لی' جوتوں پر چڑھے خول اتارے اور صحن میں آ گیا۔ کچے فرش سے سوندھی سوندھی باس اٹھ رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر باس کو سینے میں بھرا۔ دوسرے ہی لمحے سانس کے ساتھ ہی یہ باس پھر ہوا میں بکھر گئی۔

میں اس خوشبو کو کیمرے میں قید نہیں کر سکتا۔

س ف س نے مایوسی میں سر کو ہلایا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اس کے جوتوں کے نیچے صحن میں بکھرے دانے چرچرا رہے تھے۔ اسے پاس ہی دانہ چگتے پرندوں کے غول میں کوئی غیر فطری بات نظر نہ آئی۔ حسب معمول پرندوں کی دنیا وہ دانہ تھی جو چونچ کے نیچے تھا؟ اس دانے کے علاوہ ہر شے معدوم۔ یہ دانے کس نے پھینکے تھے؟ پرندوں کو معلوم تھا کہ یہ دانے کہاں سے آئے ہیں؟ انہیں یہ یقین تھا کہ ان دانوں کی تہہ میں کوئی جال نہیں؟

یہ معمولی اور غیر اہم سوال ہیں۔ مجھے کیا؟ یہ پرندوں کے ذاتی مسائل ہیں۔ ظاہر ہے کسی سخی ہاتھ ہی نے یہ دانے بکھیرے ہوں گے۔

س ف س نے سر کی ایک جنبش کے ساتھ ہی سارے سوال جھٹک دیئے۔ وہ تھم تھم کے قدم اٹھاتا پرندوں کے قریب سے گزر کر باہر کے دروازے سے نکلنے والا تھا کہ پرندوں کے غول میں ایک پتھر آ کے گرا۔ پرندوں نے لمحہ بھر کے لئے پر تولے اور پھر دانہ چگنے لگے' لیکن اب ان میں پہلا سا اطمینان نہیں تھا۔ وہ بار بار گردنیں اٹھا کے اس اور دیکھتے تھے جس سمت سے پتھر آیا تھا۔ س ف س نے

KitaabPoint.blogspot.com

اس طرف دیکھا۔ منڈیر پر ایک لڑکا بیٹھا تھا: بہت معصوم اس کی مسیں ابھی نہیں پھوٹی تھیں۔ س ف س کے ذہن میں جانے کیوں حضرت عیسیٰ کے بچپن کے کئی نقش گزر گئے' لیکن وہ سب کے سب چہرے اوپرے اوپرے اجنبی سے تھے۔ وہ معصوم چہرہ وہاں کی زمین تھا: سوندھی سوندھی پاس' گندمی گندمی مٹی' نصف کرہ ارض پر محیط۔

اگر میں مصور ہوتا تو اسے فوراً اپنے سٹوڈیو میں لے جاتا۔ اس نے اپنے کیمرے کو تھاما۔ نہیں' یہ مشین کا کام نہیں۔ دماغ میں اس لڑکے کے بھڑکائے ہوئے شعلے سلولائیڈ کو راکھ کر دیں گے۔

لڑکے نے اپنی قمیض کے دامن سے بہتی ہوئی ناک کو پونچھا اور غول کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے دوسرے پتھر کو اچھالنے لگا۔ اس سے پیشتر کہ وہ غول میں دوسرا پتھر پھینکتا س ف س یک دم چلایا:

.....او.....یو..... جیوڈاس۔

لڑکا اس کے تیور دیکھ کر منڈیر سے اتر کر بھاگ گیا۔ س ف س نے خشک گلے کو تھوک سے تر کر کے اطمینان کا سانس لیا۔

میں خواہ مخواہ زمین کے رنگ اور خوشبو کے جھانسے میں آ کر جذباتی ہو گیا تھا۔ جیوڈاس ہی تو تھا۔ بالکل جیوڈاس۔

اس نے غول کی طرف دیکھا۔ پرندوں میں اب بھی کسی حد تک اضطراب تھا۔ اس نے جانے کے لئے قدم اٹھایا ہی تھا کہ نیلے کانچ میں محصور سارا اسرار پتلیوں میں پھیل گیا۔ غول سے ایک عجیب و غریب پرندہ نما چیز نکل کر زمین کو سونگھتی آگے بڑھی۔ اس کی کھال پروں سے مبرا تھی۔ صرف روئیں تھے جو کہ پر نچنے کے بعد رہ جاتے ہیں۔ بے ڈھنگے جسم کے دونوں طرف ٹنڈ منڈ بازو لٹک رہے تھے۔ ڈوبتے سورج کے سارے رنگ اس کی کھال سے پھسل کر بوم رینگ کی طرح واپس سورج کے حلق میں ٹپک رہے تھے؟ صرف پیازی رنگ تھا کہ کھال سے چمکتا تھا۔ لمبی گردن کے آخر میں بڑا سا سر جس میں گول گول آنکھیں رتھ کے پہیے تھے۔ چونچ اوپر تلے رکھی دو کرچیوں سے بنی تھی۔ وہ اپنے سوکھے ہوئے پنجے ناپ تول کے زمین میں گاڑ کر چلتا تھا۔ اس کی چونچ زمین کے ہر دانے کو پرکھتی' اٹھاتی' پھر اسے وہیں چھوڑ کر اگلے دانے کی طرف بڑھ جاتی۔ قدم اٹھاتے اٹھاتے اس کا ٹھنڈ منڈ بازو اس کے سامنے آ جاتا' اس کی طرف گردن جھکتی' بازو کے سرے کو چونچ میں لینے کی غرض سے وہ اپنے پنجوں پر گھومتا گھومتا لٹو بن جاتا' پھر اس سعی لاحاصل سے اکتا کر اگلے دانے کی طرف چونچ بڑھاتا' غول کے پرندے اس سے بے تعلق جلدی جلدی اپنے پوٹے بھر رہے تھے اور اپنے اپنے بسیروں کو جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ پرندہ دانوں کی پرکھ میں مصروف تھا۔

س ف س کا منہ حیرت میں کھلا تھا۔

KitaabPoint.blogspot.com

اس نے اس قسم کا پرندہ کہ وہ پرندوں سے نکل کر آیا تھا' آج تک نہیں دیکھا تھا۔ تاریک' خنک' سرخ پھولوں سے لدھے دھاڑتے ہوئے جنگلوں کے سیاہ آسمان پر اڑتا ہوا وہ پسینے' دھان اور بارود کی بو میں رچے' سبز غلاف میں لپٹے پیازی آسمان پر آیا تھا۔ اس کے سوٹ کیس پر ہر رنگ اور ڈیزائن کے لیبل چسپاں تھے لیکن آسمان کی کسی وسعت میں اس کو یہ پرندہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس کا ہاتھ فوراً اپنے کیمرے کی طرف اٹھا۔ پھر اسے یاد آیا کہ رول تو ختم ہو گیا ہے اور اس کے پاس اور فلم نہیں۔

تو پھر' تو پھر۔

اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

تو پھر میں اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ سنہری پنجرے میں ڈال کر اسے اپنی ماں کے جنم دن پر تحفہ دوں گا۔ یہ پرندہ بولتا بھی ہوگا۔ اس کے جسم کی طرح اس کی آواز بھی عجیب و غریب ہوگی۔ میری ماں یقیناً اس تحفے کو پسند کرے گی۔

پھر اسے لطیفہ یاد آیا کہ کس طرح ایک امیر امریکی نے بے بہا رقم خرچ کر کے ایک گانے والا پرندہ کس دوسرے ملک سے اپنے گھر تحفے کے طور پر بھیجا۔ اگلے روز یہ جاننے کے لئے کہ پرندہ بحفاظت پہنچ گیا ہے یا نہیں ٹیلی فون پر اپنی ماں سے پوچھا کہ پرندہ کیسا رہا۔ دوسری طرف سے چٹخارے دار آواز آئی:

..... نہایت لذیذ۔

س ف س مسکرا دیا۔

اول تو یہ پرندہ میں خود لے کر جاؤں گا اور اگر ایسا موقع آ بھی گیا کہ ماں اپنے کانوں کے ذائقے پر زبان کے ذائقے کو ترجیح دے تو میں بھی اس ضیافت میں شریک تو ہوں گا۔

وہ ذرا ہٹ کر' عین پرندے کے سامنے آ کے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پرندے نے رک کر اسے دیکھا' پھر گردن گھما کر غول کے پرندوں پر نگاہ ڈالی۔ پرندے ایک ایک کر کے زمین چھوڑ رہے تھے۔ کچھ درختوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور کچھ محرابوں کی طرف۔ کرن اس پرندے کی کھال کو پیازی رنگ کا آخری چھینٹا دے کر بجھ گئی۔ پرندے کی آنکھیں پھر س ف س کی آنکھوں میں تھیں۔ درختوں سے تاریک اترنے لگی تھی۔ س ف س اپنے اس خزانے کو جلد از جلد قابو میں لینا چاہتا تھا۔ اس نے زمین سے چند دانے اٹھا کر اس کے آگے بڑھائے۔ پرندہ چند قدم چل کے بالکل اس کے قریب آ گیا۔ غور سے ہاتھ میں پڑے دانوں کو دیکھا' پھر چونچ پرے کر کے آسمان پر پھیلی سرخ دیکھنے لگا۔

KitaabPoint.blogspot.com

بیمار ہے کیا۔ اگر اس نے دانہ نہ کھایا تو پہلے اس کے پیازی گوشت میں دھان کا پانی سوکھے گا اور پھر..... لیکن اگر اس نے یہ دانہ نہ لیا تو اسے میرا اعتماد کیسے حاصل ہوگا اور میں اسے پکڑوں گا کیسے اور.....

س ف س نے بے صبری سے ہاتھ پھر اس کی چونچ کے آگے کر دیا۔ ننگے ٹنڈ منڈ پرندے نے گردن گھمائی اور گول گول آنکھوں سے پھر ہاتھ پر پڑے دانوں کو دیکھا گردن ذرا اور آگے بڑھائی پھر یک دم جھٹکے سے کرکی ماری:

.....ای۔ی۔ی۔

اور س ف س کی چھنگلی سے گوشت نوچ کر ایک طرف کو ہو گیا۔

س ف س ہاتھ جھٹکتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پرندے کو غصے اور حسرت کی نگاہوں سے دیکھتا اپنی چھنگلی منہ میں ڈال کر چوسنے لگا۔ پھر اس نے جیب سے رومال نکال کر خون میں بھیگتی چھنگلی پر لپیٹ لیا۔ پرندہ پھر زمین پر اپنی پرکھ میں مصروف تھا۔ صحن میں اور کوئی نہیں تھا۔ س ف س کی چیخ سن کر دربان صحن کے دروازے میں آ گیا۔ س ف س نے اسے اشارے سے سمجھایا کہ وہ اس پرندے کو پکڑنا چاہتا ہے۔ دربان نے پلٹ کر دیکھا لوگ تھے۔ دروازے کے سامنے سے وہی معصوم سا لڑکا ان دونوں کو غور سے دیکھتا گزرا جس کی مسیں ابھی نہیں پھوٹی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی پتھر تھا۔ دربان اس لڑکے کو دیکھ کر جھینپ گیا۔ اس نے بے بسی کے اظہار میں کندھے جھٹک کیس ف س کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ اس پرندے کو کیسے پکڑ سکتا ہے اور واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

س ف س نے بازو بڑھا کر کہنیاں باہر نکالیں۔ پرندے پر اپنے ہاتھوں کا سایہ کیا' یہ دیکھنے کے لئے کہ پرندہ بڑھتے ہاتھ دیکھ کر نیچے سے نکل بھاگتا ہے یا نہیں۔ پرندہ اپنی غذا کی تلاش میں سرگرداں پھر اپنے پنجوں پر گھومتا اپنے بازو کا پیچھا کر رہا تھا۔ س ف س نے موقع غنیمت جانا' آہستہ آہستہ ہاتھ بڑھا کر پہلے اس کی گردن کو پکڑ کر فوراً چونچ کو قابو کیا' پھر دوسرے ہاتھ سے اس کے پنجے پکڑ لئے۔

میں تمہیں اپنے گھر لے جا رہا ہوں۔ وہاں میں تمہیں اچھی اچھی غذا کھلاؤں گا۔ تمہارے جسم پر پر نکلیں گے' تم سنہرے پنجرے میں بیٹھ کر بہاروں کے گیت گاؤ گے اور میری ماں کو خوش کرو گے۔

پرندہ اس کے بازوؤں میں لحظہ بھر کے لئے تڑپ کر ساکت ہو گیا۔

س ف س نے دربان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مڑ کر دیکھا لیکن دربان مقبرے کی چھتوں سے پھیلتی تاریکی میں نظر نہ آیا۔ وہ اس کو دوسری مرتبہ دیکھنے کی کوشش کئے بغیر پرندے کو بغل میں داب کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر آ گیا..... یہ سوچ کر کہ وہ اس کی

KitaabPoint.blogspot.com

خدمت کا معاوضہ بعد میں بھجوا دے گا۔

اس کے شوفر نے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا۔ س ف س اچھلتے دل سے کار میں بیٹھ گیا۔ شوفر کار کا دروازہ بند کرنے ہی والا تھا کہ کار کے اندر جلتی روشنی میں اس کی نظریں س ف س کی گود میں جا پڑیں۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس نے قریب قریب چیختے ہوئے پوچھا:

.....صاحب یہ کیا ہے؟

..... پرندہ۔ مقبرے سے لایا ہوں۔

شوفر س ف س کا جواب سننے کے بجائے اس کی چھنگلی پر بندھے سرخ ہوتے رومال کو دیکھ رہا تھا۔

.....ہائیں..... آپ کی انگلی کو کیا ہوا؟

..... کچھ نہیں۔

س ف س مسکرایا..... دوست نے کاٹ کھایا۔ چھنگلی کے عوض یہ مہنگا نہیں۔

.....صاحب چھوڑ دیں اسے یہ بہت خطرناک جانور معلوم ہوتا ہے۔

.....جانور؟ یہ پرندہ ہے۔ بے وقوف۔ یہیں سے ہے۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تم نے؟

..... نہیں صاحب' آج تک نہیں دیکھا۔ کیا بڑی آنکھیں ہیں اس کی' ان میں اپنا عکس صاف نظر آتا ہے۔ اس کی تلوار بھی چونچ۔ توبہ' مجھے تو خوف آتا ہے۔

..... گھبراؤ نہیں' اب یہ کچھ نہیں کہے گا۔ تم باتیں نہ بناؤ' ہوٹل چلو۔

س ف س نے بے صبری سے کہا۔

.....پہلے ہسپتال نہ چلیں؟ آپ کی انگلی!

..... نہیں معمولی زخم ہے' تم فوراً چلو۔

.....صاب میری مانیں تو۔

شوفر اگلا دروازہ کھول کر اپنی سیٹ پر آ گیا۔

.....او' بکومت' تم چلو گے یا نہیں؟

KitaabPoint.blogspot.com

شوفر نے چابی گھمائی اور کچھ سوچ کر کہا:

.....صاب آپ کے ملک میں چڑیا گھر والے تو اس کی بڑی قیمت دیں گے۔

اس نے پیار سے پرندے کو دیکھا:

.....ہوں۔ فی الحال میں اسے گھر لے جا کر کھلاؤں پلاؤں گا اور پھر۔ معلوم ہوتا ہے صدیوں سے بھوکا ہے۔

شوفر نے کار سٹارٹ کی۔ پرندہ س ف س کو غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ کار چلنے لگی تو پرندے نے یک دم سر اچک کر اس کے ہونٹوں پر وار کیا۔ کرکی ہونٹوں سے پھسل کر گال کو چیر گئی۔

.....رکنا ذرا..... یہ پھر شروع ہو گیا ہے۔

شوفر انجن بند کر کے فوراً کار سے اترا اور پچھلا دروازہ کھولا۔

.....صاب اسے فوراً پھینک دیجئے۔

پرندہ س ف س کی گود میں بے طرح پنجے مار رہا تھا۔ اسے قابو کرنے کی کوشش میں اس کے ہاتھ بری طرح زخمی ہو گئے۔

.....میری مدد کرو شوفر..... بس..... بس..... قابو۔

.....میں اسے نہیں چھوؤں گا۔ اسے پھینک دیجئے۔ دیکھئے آپ کس طرح لہولہان ہو رہے ہیں۔

..... کیسے چھوڑ دوں..... یہی تو میرے اتنے طویل سفر کا انعام ہے۔

پرندہ دیوانہ وار تکوار چلا رہا تھا۔ پہلے زخم سے رومال کھل گیا تھا' چھنگلی باریک ریشے کے ساتھ ہاتھ سے لٹک رہی تھی۔

.....بس..... بس..... میں تمہیں بہت کچھ کھلاؤں گا۔

پرندے کے کان نہیں تھے۔ وہ چیختا ہوا اس کے بازوؤں پر وار کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ پیازی کھال کے نیچے سرخ لہو میں مدوجزر تھا۔

.....مدد۔

س ف س نے شوفر کو پکارا۔ شوفر نے جھجکتے ہوئے ہاتھ بڑھائے اور س ف س کی گود سے پرندے کو اٹھا کر پوری قوت سے باہر فٹ پاتھ پر پٹخ دیا۔ پرندہ پیٹھ کے سہارے گرا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے پنجے ہوا میں لرزے اور وہ پھر پلٹ کے پنجوں پر کھڑا ہو گیا۔ شوفر نے اسے ٹھوکر مارنے کے لئے پیر اٹھایا۔ پرندے ٹنڈ منڈ بازو اٹھا کر اپنے نئے مدمقابل کی طرف بڑھا۔ شوفر بھاگ کر کار

KitaabPoint.blogspot.com

کی اوٹ میں ہوگیا۔ سڑک پر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوگیا تھا۔ سب تماشا دیکھ رہے تھے۔ پرندہ بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا اچک کے کھلے دروازے سے کار پر چڑھ گیا۔ س ف س کی آنکھوں میں تاریک' خنک سرخ پھولوں سے لدے دھاڑتے جنگل اور پسینے دسان اور بارود کی بو میں رچے رنگ ناچنے لگے۔

س ف س نے اپنے ہاتھوں سے وار کو روکنا چاہا لیکن پرندے نے اپنی گردن جھکا کر ہاتھوں کے پنجے سے اس کے سینے کو نوچ لیا اور نوچتا رہا۔ بڑی مشکل سے س ف س نے اٹھ کر اسے ٹھوکر ماری اور ہانپتا ہوا لہو سے تر سیٹ پر گر گیا۔

اس نے نیلے کانچ سے بہتے اسرار پر پڑتے پردوں کی اوٹ سے دیکھا: شوفر پرندے کو ٹانگوں سے پکڑ کے فٹ پاتھ پر پٹخ رہا تھا۔ پھر یک لخت کسی نے پتھر مارا۔ شوفر کا ماتھا پھٹ گیا اور وہ معصوم لڑکا' جس کی مسیں ابھی نہیں پھوٹی تھیں' جس کا چہرہ وہاں کی زمین تھا: سوندھی سوندھی باس' گندمی مٹی' نصف کرہ ارض پر محیط' آگے بڑھا' اس نے شوفر سے پرندے کو چھین کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اسکے سر کو چومتا ہوا ایک طرف کو ہولیا۔

..... جیوڈاس۔

س ف س کے ہونٹ نقاہت میں لرزے۔

..... سوڈاکٹر..... یہ ہے سارا قصہ۔

..... یو بلڈی باسٹرڈ۔

ڈاکٹر نے زیر لب کہا اور مقامی خون سے بھری بوتل کی نالی کا کلیمپ کھول دیا۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

سروئیر.....ورشن 2:

وہاں۔آں۔آں۔ں ں ں سے لے کر یہاں تک' چھتی ہوئی گلی' سرنگ' جس کی ورلی نکڑ پر' خستہ مکان کے سامنے بچے آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔خستہ مکان کے نیچے دبا ہوا واٹر پائپ پھٹ گیا ہے اور رستا ہوا پانی آہستہ آہستہ مکان کی بنیادوں میں سرایت کر رہا ہے۔

بڑھیا' جھاڑو دیتے ہوئے' کنکھیوں سے ساڑھی والی کو دیکھتی ہے۔کچے فرش سے نکلی ہوئی مٹی کو دوسرے ہاتھ سے ایک طرف کرتی ہے' فرش پر جھک جاتی ہے۔ساڑھی والی بائیں ٹانگ دائیں ٹانگ سے اتار کر جھرجھری لیتی ہے اور نوٹ بک تخت سے اٹھا کر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتی ہے۔

بچے' آنکھ مچولی کھیلتے' شور مچاتے ہیں:

.....راجے دی بیٹی آئی جے۔

راجے دی بیٹی آئی جے' سرنگ میں آواز کی بازگشت ہے۔راجے دی بیٹی.....بیٹی' راجے..... دی۔

ساڑھی والی قلم کی نب نوٹ بک پر ٹکا دی ہے۔

.....میں نے پوچھا تھا' آپ کے میاں۔

.....میاں؟

بڑھیا کے منہ سے رال ٹپک کر فرش میں جذب ہو جاتی ہے۔وہ ساڑھی والی کی طرف دیکھے بغیر کہتی ہے:

.....بی بی' اپنا پسینہ تو سوکھ جانے دو۔

اور جھاڑو والا ہاتھ روک کے دوسرے ہاتھ سے بوسیدہ پنکھیا اٹھا اس کی طرف اچھالتی ہے۔ساڑھی والی بددلی سے پنکھیا زمین سے اٹھاتی ہے۔

راجے دی بیٹی.....دی بیٹی.....(سرنگ میں آواز کھو جانے کو ہے۔)

.....آجا۔

KitaabPoint.blogspot.com

بچے چیختے ہیں۔

..... لک چھپ جانا..... مکئی دا دانا۔

(دوسری مرتبہ وارننگ۔)

..... راجے دی بیٹی آئی جے۔

بڑھیا مسکراتی ہے۔

..... کچھ پیوگی؟

..... جی نہیں شکریہ۔

سرر سرر سرررر۔

وہیں چولہے کے پاس بیٹھی ایک جگہ پر جھاڑو دیئے جا رہی ہے۔

..... بوتل ہی پی لو۔

سوڈے کی گیس اس کے پیٹ میں ابلتی ہے۔ سرنگ کے کونے سے بالکل قریب ایک بچی چیختی ہے۔

..... آجا۔

راجے..... دی..... بیٹی......

..... آپ وہاں ایک ہی جگہ بیٹھی......

..... ہوں؟

بڑھیا غور سے اس جگہ کو دیکھتی ہے جہاں کچے فرش میں بار بار جھاڑو دینے سے گڑھا سا بن گیا ہے۔

..... دانہ کھو گیا ہے..... یہیں کہیں..... صاف کر رہی ہوں..... صاف۔

..... جی..... ادھر آ جائیے..... مجھے آپ سے چند سوالات کرنا ہیں۔

بڑھیا پھر فرش پر سر جھکا لیتی ہے۔

ایک کمرہ وہی باورچی خانہ وہی ڈائننگ روم وہی بیڈ روم۔ ایک چارپائی ایک ٹوٹی ہوئی کرسی اور ایک تخت جس پر میں بیٹھی ہوں ادھ لپٹی جائے نماز جس پر مکے مدینے کی تصویریں چودہ سو سال پرانی ہیں اور بو عجیب سی بوسیلن اور دق کی بلغم ضرب ایمونیا جمع پی

KitaabPoint.blogspot.com

کولائی۔

اس کا ہاتھ خود بخود ناک پر آ جاتا ہے' لیکن بوکورومال کا پلگ بھی نہیں روک سکا۔ وہ چکرا جاتی ہے۔

لک چھپ جانا..... کھڑکی سے باہر شاید گھر کی دیوار کے ساتھ کھڑی بچی کی استہزائیہ ہنسی..... مکئی دادانا۔

یہ بو مجھے کیوں آئے جا رہی ہے میں نے جب سے اس علاقے میں قدم رکھا ہے یہ بو میری ناک سے چپک کر رہ گئی ہے لیکن اب سے چند سیکنڈ پہلے یہ بو کہاں تھی ہوا میں ہوتی تو ضرور سونگھتی میری ناک میں کون سا ایسا سوئچ ہے جو خود بخود آف آن ہوتا رہتا ہے میں نے یہ عذاب کیوں سہیڑا نہ جائے "رفتن نہ پائے ماندن" اگر مجھے سروے کرنا ہی تھا تو کوئی اچھا سا علاقہ چنتی بہر حال اب تو گلے میں پڑا یہ ڈھول بجانا ہی پڑے گا۔ یہ ڈھول میں نے خود گلے میں ڈالا ہے لیکن یہ بو اس تعفن نے زبردستی میرے پھیپھڑوں میں گھر کر لیا ہے یا یہ اندر ہی سے تولد ہو رہا ہے ایسی بو تو مجھے کبھی کبھی اپنے گھر میں آ جایا کرتی ہے افوہ میں بھی کن چکروں میں پڑ گئی ہوں مجھے تو سروے کرنا ہے سوشیولاجیکل۔

باہر سے بچی کی دبی دبی استہزائیہ ہنسی پھر آتی ہے۔ وہ اپنی دانست میں بہت محفوظ جگہ چھپتی ہے۔

..... آ..... جا۔

اس نے کمرے کی واحد کھڑکی سے باہر دیکھنا چاہا ہے۔ کھڑکی بند ہے۔ اس کی لوٹتی نظریں پلستر اکھڑی دیواروں سے رگڑیں کھاتی' بڑی بڑی دراڑوں میں اٹکتی' چھت کے جالوں سے الجھتی بڑھیا پر گر پڑتی ہیں۔

..... مائی۔

اس کی آواز میں خوفزدہ تحکم ہے۔ بڑھیا کا ہاتھ جھاڑو تھامے بدستور کچے فرش پر چل رہا ہے اور آنکھیں اس کی آنکھوں میں ایک ہیں۔ مٹی کے فرش پر جھاڑو سے بنے چھوٹے سے گڑھے سے بڑھیا کی آواز ابھرتی ہے۔

..... گھبراؤ نہیں بی بی۔ ان گنت سالوں سے یہ گھر ایسے ہی کھڑا ہے ابھی تک تو گرا نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔

گھبراؤ نہیں..... گھبراؤ نہیں..... چھوٹے سے گڑھے سے آواز ابھر کے اس کے کانوں میں بازگشت بن جاتی ہے۔

راجے دی بیٹی آئی جے..... سرنگ میں آخری گونج کی سسکی.....

..... باہر سے تو ٹھیک ٹھاک معلوم ہوتا ہے۔

دراڑوں آتی سسکتی روشنی میں گرد کے ذرے ناچتے ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... گھر اندر سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

بڑھیا کے چہرے پر لکیریں اور بھی گہری ہو جاتی ہیں۔ وہ پوپلے منہ سے ٹپکتی رال کو فرش پر بہہ جانے دیتی ہے۔ سرویئر اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرتی ہے..... گھر اندر سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

..... سب گھر اندر سے ایسے ہوتے ہیں۔

بڑھیا شرارت سے مسکراتی ہے۔

سب گھر؟ سب؟ اندر سے ایسے ہی ہوتے ہیں؟ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ باہر جانے کے لئے قدم اٹھاتی ہی ہے کہ فرش پر چلتے جھاڑو میں پھنسی بڑھیا کی دبی دبی ہنسی اس کے پیروں میں الجھ جاتی ہے۔

نہیں مجھے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں میں ہوں اور میرا گھر میرا گھر ہے۔ اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں سرویئر ہوں میرے سامنے آئینہ نہیں بلکہ بڑھیا اور سرنگ کا دوسرا سرا ہے۔

وہ اپنے پیٹ میں اٹھتی لہر کو تھام کے فوراً بیٹھ جاتی ہے۔ باہر بالکل خاموشی ہے۔ راجے دی بیٹی آئی جے۔ آخری وارننگ کی گونج سرنگ کے دوسرے سرے تک پہنچ کر فنا ہو گئی ہے۔

ہر شے نے چپ سادھ لی ہے۔ سب لک چھپ گئے ہیں' کھڑکی کے ساتھ' استہزائیہ ہنسی والی بچی بھی جیسے وہاں کبھی تھی ہی نہیں۔

میں سرویئر ہوں مجھے گھبرانا نہیں چاہئے میں خوف زدہ نہیں ہوں۔

وہ گردن اکڑا کے بھوں اٹھا کے پھر نوٹ بک گھٹنوں پر رکھ کر کھول لیتی ہے۔

ہوں..... تو' گھر اندر سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

..... دراصل ہمارے گھر کے نیچے پانی کا پائپ پھٹ گیا ہے۔ پانی آہستہ آہستہ دیواروں میں مار کر رہا ہے۔

بڑھیا بہت رازدارانہ لہجے میں کہتی ہے۔ اس کی ہنسی سنسنی بن کر سرویئر کے جسم پر چھا جاتی ہے۔

یہ کیوں فضول باتوں میں میرا وقت ضائع کر رہی ہے۔ مجھے اپنے گلے کو اس بڑھیا کی آواز سے بنی خیالوں کی رسی سے بچانا چاہئے بچا سکتی ہوں؟

اس کی انگلیاں اس کے گلے میں پڑے سونے کے لاکٹ کو بل دیتے رک جاتی ہیں۔ کھنکار کے بڑھیا کی طرف دیکھتی ہے۔ بڑھیا کی ہنسی کو یک دم جھاڑو کی آواز نگل جاتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... پائپ پھٹ جائے تو دیواروں' محلوں کے محلے' شہر کے شہر.....

ساڑھی والی فوراً سنبھلتی ہے۔

..... مائی جی آپ فکر نہ کیجئے۔ میں کل ہی کارپوریشن میں رپورٹ کروں گی۔ آئی ول سی ٹواٹ۔

..... بی بی۔ کس کس گھر کی' کس کس پائپ کی رپورٹ کروگی..... ہر گھر کے نیچے پائپ ہے۔ جو ہر وقت رستا رہتا ہے۔

ساڑھی والی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ گھبرا کے اپنے گھر میں جھانکتی ہے۔ وہ گھبرا کے اپنی آنکھیں اپنے گھر کے نیچے اتارتی ہے۔

اوہ نو..... امپاسیبل..... ام۔ پاسی بل۔ واٹ نان سینس۔

بڑھیا ہنستی ہے۔ اس مرتبہ اس کا انداز کٹنیوں' جادوگرنیوں جیسا ہے۔ ساڑھی والی نوٹ کرتی ہے۔

..... گاسٹلی' سی نسٹر' ویری ان ہائی جینک..... بو.....

لکھتے ہی اسے پھر تعفن کا بھبکا آتا ہے۔ باہر سناٹا ہے۔ ڈھونڈنے والے بچے کے پیروں کی چاپ تک کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

میں اب ناک کی بجائے منہ سے سانس لوں گی۔

..... مائی جی میرے پاس وقت نہیں۔

وہ اپنے آپ کو اپنے خیالوں سے چھڑا کر بڑے سپاٹ لہجے میں کہتی ہے۔

..... آپکا شوہر۔

..... شوہر/

مائی بالکل بت۔

..... ہاں..... مائی..... شوہر' خاوند' ہسبینڈ' تمہارا گھر والا۔

..... اوہ...ہ۔

بڑھیا کا ہاتھ پھر فرش پر چلنے لگتا ہے۔

..... اسے گئے آج.....

وہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر گنتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... بارہ سال ہو گئے ہیں۔

..... بارہ سال!

اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ جاتی ہے۔

..... بارہ ہزار سال۔

بڑھیا اپنے مخصوص لہجے میں پھر ہنستی ہے۔

بارہ سال' بارہ ہزار سال' وہ نوٹ کرتی ہے۔

..... وجہ؟

..... مکان کے نیچے کا پائپ پھٹ گیا ہے' کہتا تھا کمیٹی میں جا رہا ہوں' لوٹ کے نہیں آیا۔

اب اس کا مطلب کیا سمجھوں بے وقوف..... مکان..... پائپ..... کمیٹی..... سیدھے سادہ لفظ ہیں ان کا مطلب واضح ہے مجھے Facts لکھنا ہیں اس طرح تو بارہ سال' بارہ دن یا بارہ گھنٹے بھی ہو سکتے ہیں وہ بھاگ گیا ہوگا۔

اس نے اپنی دانست میں خود پر قابو پا لیا ہے۔

..... اچھا تو مائی' تمہارے بچے وچے؟

ساڑھی والی جان بوجھ کر سرنگ کی بازگشت کو سننا چاہتی ہے لیکن گلی میں چپ کی سازش ہے۔

..... آں؟

..... میں نے پوچھا تھا کوئی بچہ وچہ؟

اس کی نظریں بڑھیا کی آنکھوں کے ساتھ چمٹی دائیں طرف کو مڑ جاتی ہیں۔ کھڑکی اور باہر کے دروازے کے درمیان ایک اور دروازہ' ادھ کھلا جو دھوئیں سے اٹی دیواروں کے ساتھ دیوار ہے۔

اوہو یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں مس ہو گیا ہوگا میرا مشاہدہ اتنا کند نہیں ورنہ میں اتنی کامیاب سرویئر نہ ہوتی یہ کیا مسٹری ہے اسے میرے سوالوں کا جواب دینا چاہئے مجھے یہاں اپنی عمر تو نہیں بتانا ابھی مجھے ان تاریک بھول بھلیوں سے ہو کر سڑک پر واپس اپنی کار تک پہنچنا ہے تو یہ گلیاں ہیں یا لیبرنتھ..... لیبرنتھ! میں نے کتنا اچھا لفظ دریافت کیا ہے۔ ان باریکیوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا معلوم میری کار کا کیا حال ہوگا' مجھے جلد از جلد چل دینا چاہئے لیکن میں کیا کروں جب اٹھتی ہوں تو سر میں اٹھتے ہوئے چکر پھر

KitaabPoint.blogspot.com

تخت سے باندھ دیتے ہیں اور پیٹ ہے کہ:

وہ فوراً بڑھیا کو دیکھ کر پیٹ کو ساڑھی کے پلو اور بھی چھپا لیتی ہے۔

..... مائی جی..... کافی گپ ہو چکی اب.....

بڑھیا' پھٹی پھٹی نگاہوں سے' دیواروں پر پھیلتے سیلن کے کوڑھ کو دیکھتی ہے۔

..... پائپ..... پانی کی مار..... مکان کی بنیادوں میں.....

..... اوہو مائی کہہ جو دیا کہ کارپوریشن سے.....

..... مگر کس کس مکان..... کس کس پائپ.....

میرا بنگلہ تو ابھی نیا ہی بنا ہے' میرے بنگلے کی بنیادوں کے پائپ۔

..... سب گھر اندر سے.....

..... مائی..... میرے سوالوں کے جواب جلدی جلدی دو' میرے پاس وقت نہیں۔

..... تم پوچھو بھی..... میری ڈیگر قضا ہو رہی ہے۔

..... ادھر بھی کمرہ ہے؟

..... ہاں۔

لڑکی کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ روشنی کی لکیر دوسرے کمرے کی ادھ کھلی کھڑکی سے داخل ہو کر بجھ جاتی ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتی ہے اور تیزی سے لکھتی ہے:

..... دوسرا کمرہ بھی یہی کمرہ..... تاریک' جیسے.....

لکھتے لکھتے اس کا ہاتھ اپنی گردن کو تھام لیتا ہے۔ سر میں ٹوٹتا بھنور تلخ رس کا فوارہ بن کے اس کے حلق کو تر کرتا ہے اور معدے میں جا گرتا ہے۔

جیسے لکھنے کی کیا ضرورت ہے اتنا خوفناک دہکتا ہوا لفظ لکھنے کی کیا ضرورت ہے جیسے..... کوکھ۔

..... بچے' مائی..... کتنے بچے ہیں تمہارے؟

وہ اپنے بازو سے پیٹ کو دباتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... جلدی بولو۔

..... ایک۔

..... لڑکی یا لڑکا؟

وہ تیزی سے پوچھتی ہے۔

..... لڑکی۔

..... عمر؟

..... یہ سن 65ء ہے؟ عمر.....

..... جلدی بولو۔

..... اٹھارہ سال۔

اٹھارہ سال' اس کا قلم بڑی سرعت سے نوٹ بک پر چلتا ہے۔

..... کنواری؟

..... بالکل۔

..... کہاں ہے؟

بڑھیا پھر اس کی نظریں اپنی آنکھوں میں بھر کے تاریک غار میں داغ دیتی ہے۔

..... اس کمرے میں؟

..... ہاں۔

لڑکی اپنی پوری قوت ارادی اپنے جسم کے حوالے کر کے اٹھتی ہے' کمرے کے دروازے کی طرف قدم بڑھانے ہی لگتی ہے کہ بڑھیا کی آواز اسے وہیں جکڑ دیتی ہے:

..... نہ نہ' اندر نہ جانا بیگم صاب۔

..... میں بیگم نہیں..... مس ہوں' مس۔

..... تم جو کچھ بھی ہو اندر نہ جانا۔

..... کیوں؟

KitaabPoint.blogspot.com

وہ کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ اندھیرا کھڑکی سے آتی مدھم روشنی کو چھوڑتا ہے۔ وہ تیورا کر پھر تخت پر بیٹھ جاتی ہے۔ تخت پر' جو بڑھیا کا ہے اور جس پر ادھ لپٹی جائے نماز پر چودہ سو سال پرانی مکے مدینے کی تصویریں ہیں۔

..... کیوں؟ اندر کیوں نہ جاؤں؟

..... جب بھی کوئی اندر جاتا ہے تو اسے دورہ پڑ جاتا ہے۔

..... وہ بیمار ہے کیا ہے؟

..... ہاں۔

..... کیا بیماری ہے؟

..... روتی رہتی ہے۔

..... روتی رہتی ہے؟

بڑھیا بے طرح ہنستی ہے۔ اس کی ہنسی میں انسان کے تمام جذبات کا طوفان ہے۔ طوفان دیواروں کی دراڑوں سے ابل کر لیبرنتھ میں سرنگ کی طرف بہنے لگتا ہے اور چپ کی سازش کو جھنجھوڑتا ہے۔ ڈھونڈنے والا بچہ دبے پاؤں چیتے کے پیروں پر چلتا' ٹھٹکتا ہے۔

..... ہاں..... مگر آواز نہیں آتی۔

..... عجیب مرض ہے! کب سے بیمار ہے؟

چند دنوں سے' چند سالوں سے' چند صدیوں سے۔ اب تم جاؤ' میری ڈیگر.....

..... میں اس کمرے میں جاؤں گی ورنہ میرا سروے نامکمل.....

..... نہ جانا ورنہ.....

..... سارا شہر' سارا عالم اس کے پیٹ کو چوم چوم کر نیل ڈال دے گا۔

بڑھیا ہنستے ہنستے سربسجود ہو جاتی ہے۔

..... کیا مطلب؟

بڑھیا' ہنستے ہنستے' سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتی ہے' زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنے گھٹنے کھولتی ہے اور چھاتیوں سے لے کر پیٹ کی آخری نچلی سلوٹ تک ہوا میں گنبد بناتی ہے اور زیادہ ہنستی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

ساڑھی والی لڑکی اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ آنکھوں میں ڈیگر کا سورج غروب ہونے لگتا ہے۔ کچھ کہنے کی خواہش میں اس کے پیٹ کا سارا جوس اس کے منہ میں آ جاتا ہے۔ وہ پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس ادھ کھلے دروازے کو دیکھتی باہر کے دروازے کی جانب لپکتی ہے۔

چپ کی سازش بڑھیا کی ہنسی میں پھٹ پڑی ہے۔

پکڑی گئی..... پکڑی گئی.....

کھڑکی کے ساتھ محفوظ جگہ میں چھپی لڑکی پکڑی جاتی ہے۔

پکڑی گئی..... پکڑی گئی.....

کھڑکی کے ساتھ محفوظ جگہ میں چھپی لڑکی پکڑی جاتی ہے۔

پکڑی گئی..... راجے کی بیٹی..... آ جا..... آ جا۔

وہ بڑھیا کی بیٹی کے پیٹ سے آنکھیں چراتی' دروازے کی دہلیز سے ٹھوکر کھا کے لیبرنتھ میں جا گرتی ہے۔ اس کا ہاتھ بنیادوں کے رستے پائپ کا منہ بند کرتے کرتے لہولہان ہو جاتا ہے۔

چپ کی سازش بڑھیا کے قہقہے میں پھٹ کر زناٹے سے لمبی تاریک سرنگ سے نکلتی ہے اور کائنات کے پیٹ کو چومتی چومتی نیل بن کر کائنات کے پیٹ پر پھیل جاتی ہے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

دوب ہوا اور لنجا

وہ تاریکی میں مسکرایا۔اس کے لب ہلے۔

..... بھٹکتی روحوں کے سروں میں جگنوؤں کی آگ' روشنی کی راتیں بغیر گوشت کی ہڈی کو چومتی ہیں۔

..... بکومت۔

..... بکوں مت؟

اس نے یکدم سنجیدہ ہوکر اپنے دونوں ساتھیوں کو دیکھا۔روشنی اور تاریکی کا اختلاط اس کے چہرے پر آٹھواں رنگ تھا۔اس کی آنکھوں میں وادی کی تمام جھیلیں خشک تھیں۔ایک زمانے میں وہ معلم تھا' اسی درس گاہ میں۔

..... موم بتی رانوں میں جوانی کے تخموں کو گرماتی ہے۔ان تخموں کی سلوٹیں ستاروں میں کھلتی ہیں' عظمت آدم کی طرح روشن۔

..... بکومت۔

لنجے نے کہا۔

..... میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔

..... کیا؟

..... حضرت امام مہدی کے ظہور کے بارے میں۔حضرت عیسی کی واپسی کے.....

لنجے کی آواز معلم کے لفظ بناتے' سکڑتے پھیلتے ہونٹوں میں دب گئی۔لفظ ہونٹوں کی کٹھالی میں ڈھلتے رہے لیکن باہر نہ نکلے اس کی زبان پر اوراق' ٹوٹی کھڑکی سے آتی چاندی سے نتھی تھے' اس کے ہاتھوں پر کبھی نہ بجھنے والے چاند تھے۔

..... تمہیں ان پھوڑوں سے خوف نہیں آتا؟

اس کے دوسرے ساتھی نے اس کے ہاتھوں سے نظریں ہٹا کر آنکھیں بند کرلیں۔

..... ہوں؟

KitaabPoint.blogspot.com

..... امام مہدی۔

لنجے نے اپنا کٹا ہوا بازو اپنے کھیس کے پلو سے ڈھانپا۔

..... مجھ میں اور قوت برداشت نہیں رہی۔

دوسرے ساتھی نے کہا۔

..... ہر روز ہم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر روز سڑاند میں اضافہ ہوتا ہے کبھی آنکھ کبھی بازو اور کبھی دماغ سے بھبکا اٹھتا ہے۔

اس نے آہ بھری۔

..... ہم ہمیشہ سے کمزور تھے' کمزور اور گنہگار۔

ہم نے ہمیشہ اوروں کی طرف دیکھا کوئی مرہم رکھے۔

معلم نے بڑے پیار سے اپنے ہاتھوں پر سلگتے چاندوں کو دیکھا۔

..... میں تمہاری ناک کو کیا کروں۔

لنجا ہنستا ہوا اٹھ کر بلیک بورڈ کے پاس گیا اور دیوانہ وار بلیک بورڈ پر دستک دینے لگا۔

..... تھری' ٹو' ون' زیرو..... فائر..... فیصلے کا دن' فیصلے کا دن' میرا ظہور ہو گیا ہے' میں واپس آ گیا ہوں۔

..... مشرک' بے ایمان' ملحد۔

دوسرا ساتھی کانپ گیا اور زیر لب استغفار پڑھنے لگا۔

..... تمہیں جنم دے کر ہمارے پیٹ میں خلا پیدا ہو گئے ہیں۔ تم نجات لے آئے اور بھوک بھول گئے۔

..... میں لائبریری میں جا کر دیکھتا ہوں وہاں اب بھی شاید کچھ کھانے کو ہو۔

وہ ٹوٹے ٹھوٹے ادھ جلے ڈیسکوں کے درد کو جسم میں لئے کلاس روم سے نکل کر اندھیرے گھپ ہال میں دیواروں کو ٹٹولتا لائبریری میں آ گیا۔ اس نے ایک ایک الماری ایک ایک شیلف چھان مارا لیکن روٹی اور گوشت کے چند ٹکڑے غائب تھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد بے بس ہو کر اس نے غصے میں ایک موٹی کتاب اٹھائی اور کھڑکی سے باہر پھینک دی۔ اس کے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی پھیل گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اداسی کے گڑھے میں پھسل گیا۔ اس نے فرش پر بیٹھ کر اپنے چہرے کی اداسی کو مسلنا چاہا' لیکن اس کے

KitaabPoint.blogspot.com

ہاتھوں کے چاند کلائیوں تک پہنچ کے زندہ ہو گئے۔ اس نے کراہ کے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔

ہم اتنی اذیت میں کیوں ہیں ہم نے اپنے گھروں کے لئے آگ کیوں قبول کی ہم کشتی کو کھو جانے سے کیوں نہ بچا سکے' ہم دوب ہیں' ہم ہوا ہیں' پھر بھی زنجیروں میں بندھے ہیں ہم یہاں سکول میں ستانے کے لئے آئے تھے یہیں پھنس کر رہ گئے ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے ہمیں ہیڈ کوارٹر جانا ہے۔ کشمی کو ڈھونڈنا ہے ہمارے گرد زنجیریں ہیں ہم دوب ہیں ہوا.....

..... ڈم ڈم ڈم ڈم ڈم م۔

ڈھول پر پڑتی' آہستہ آہستہ' مدھم مدھم تھاپ۔

تو یہاں اس درس گاہ میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟! وہ کبھی اس ادھ جلے متروک سکول کو نسبتاً محفوظ سمجھ کر صرف ستانے کے لئے آیا ہوگا۔ ہماری ہی ساتھی اور پھر یہیں گھر گیا ہوگا۔ میری روٹی یقیناً اسی نے چرائی ہوگی۔

وہ انتقامی جذبے کے تحت' بہت غصے میں یک لخت اٹھا۔ ساتھ والے کمرے کے دروازے میں دیئے کی تو پھڑکنے لگی۔ وہ روشنی اور ڈھول کی آواز کے شیشے میں اتر گیا۔ وہ لمحہ بھر کے لئے رکا اور پھر بڑھ کر یک دم پورا دروازہ کھول دیا۔

..... میں تو بڑی مدت سے ڈھول بجا رہا ہوں' مگر تم نے اب سنا۔

وہ گلے میں ڈھول لٹکائے فرش کے عین درمیان بیٹھا تھا۔ اس کے قریب ہی چراغ جل رہا تھا۔ چراغ کے پاس روٹی اور گوشت والا ڈبا پڑا تھا۔ اس نے ڈھول کے پردوں پر ہاتھ روک کر کہا۔

..... تم کھانے کی تلاش میں آ ء ہو۔ میں بھی اسی لئے یہاں آیا ہوں۔

وہ شخص جس کا چہرہ آ ٹھواں رنگ تھا' جس کی آنکھوں میں جھیلیں خشک تھیں' جس کے ہاتھوں اور کلائیوں کے چاند کہنیوں تک چمکنے لگے تھے اور جو کہ معلم تھا' بپھر کے آگے بڑھا۔ ڈھولچی فوراً اٹھ کر اس کے اور ڈبے کے درمیان آ گیا۔

..... اونہوں..... دونوں مل کر کھائیں گے۔ میں جانے کتنے تاریک غاروں سے یہ ڈھونڈ کر لایا ہوں۔

..... تم کون ہو؟

اس کے ہونٹ پہلی مرتبہ ہلے۔

..... اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے تمہارے لئے تمہیں ڈھونڈا ہے۔ کیا اتنا ہی کافی نہیں اور پھر تمہیں کوئی بھی قتل کر سکتا تھا' البتہ اس سے فرق پڑتا۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... قتل کر سکتا تھا؟

..... اب بھی کر سکتا ہے۔تم بہت بیوقوف ہو۔تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔

..... ہمیں بھوک لگتی ہے۔

ڈھولچی نے جھک کر ڈبہ اٹھایا۔ڈھکنا اتارا۔

..... خالی ہے۔

..... اب کہتے ہو خالی ہے۔

..... کھانا وہ کتے کھا گئے' مجھے یہ خالی ہی ملا تھا۔

..... میرا کھانا۔

..... تمہارا کھانا؟ تمہارے پاس کچھ نہیں' اناج' زمین' چوٹیاں' تمہارے مناظر' کچھ بھی تمہارا نہیں۔

..... اور تمہارے پاس کیا ہے۔تم بھی تو بھوکے ہو۔

..... میرے پاس یہ ڈھول ہے۔

اس نے پیار سے ڈھول کو سہلایا۔

..... تم' تم نے مجھے پہچان لیا۔

وہ اسے گھورتا رہا۔

..... وہ مجھے کھانے کو کچھ نہیں دیتا۔صرف چچوڑی ہوئی ہڈی میرے آگے پھینک کر کتے چھوڑ دیتے ہیں۔میں وہاں سے بھاگ آیا۔

..... وہ کون؟ کہاں؟ کتنے ہیں؟

..... گھبراؤ نہیں..... دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے۔

..... میں جانے کتنی صدیوں سے یہاں محصور ہوں۔

اس نے دیئے کی لو کو گھورتے ہوئے کہا۔

..... میرا ایک ساتھی اپنا بازو کھو چکا ہے اور دوسرا اپنا دماغ۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... میں جانتا ہوں کل ہی کی تو بات ہے کہ میں نے بلیک بورڈ کی اوٹ سے انہیں جھانک کر دیکھا تھا۔

ڈھولچی اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

..... میں نے ان درندوں کو تم لوگوں کے پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ جب وہ آگ لگانے آئے تو میں نے تنہا انہیں مار بھگایا۔

ڈھول پیٹ پیٹ کر؟

..... شکریہ۔

..... تم احسان مانتے ہو۔

..... ہوں۔

..... تو پھر بیٹھ جاؤ۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ وہ ڈھول بجانے لگا۔ مدھم مدھم' تیز تیز اور تیز اور تیز تر' وہ ڈھول پر جھکا جھوم رہا تھا۔ اس کی انگلیاں پردوں پر نظر آتی تھیں۔ کمرے کا پیٹ تال سے پھول گیا۔ پھر یکدم اس کی انگلیاں رک گئیں۔ اس نے معلم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

..... مجھے اتنی بھوک لگی ہے کہ میں تمہیں بھی کھا سکتا ہوں۔

..... یوں نہ کہو۔

اس نے اپنے آپ کو اس کی آنکھوں کی روشنی اور تال کے جادو سے چھڑانے کی کوشش کی۔

..... کیوں نہیں۔ میں جن کے ساتھ تھا انہوں نے مجھے سپر مارکیٹ کے Dog,s Food والے شوکیس میں سجا رکھا تھا' انہیں مجھ سے نفرت تھی' وہ مجھ سے کہتے تو نہیں تھے پر ایک روز میں نے ان کے چہرے سے پڑھ لیا اور موقع پا کر شوکیس توڑ کے بھاگ آیا..... یہ دیکھو۔

اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے آگے کر دیا۔ انگلیاں پانچ کے بجائے چار تھیں۔

..... شیشہ توڑتے وقت میری ایک انگلی کٹ کے وہیں گر گئی تھی۔

..... تو ابھی تک تمہارے جسم کا ایک حصہ ان کے پاس ہے..... ڈاگز فوڈ والے شوکیس میں؟

ڈھولچی نے اپنے دائیں ہاتھ سے نظریں ہٹا کر معلم کو غور سے دیکھا اور اٹھ کر گھوم کے کھڑا ہو گیا۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... تم نے یہ کیوں کہا۔

اس کی آواز میں جھلاہٹ تھی' بے بس تھی' غصہ تھا۔

..... تم اس انگلی کو بھول جاؤ۔ واپس لینے جاؤ گے تو پھر پھنس جاؤ گے۔

..... بکومت۔ اب تم چلے جاؤ یہاں سے۔ جاؤ اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ..... ورنہ..... میں تمہیں کھا جاؤں گا۔ جاؤ..... تمہیں کشمی کو تلاش نہیں کرنا؟ جاؤ اپنے لئے ہتھیار ڈھونڈو تا کہ کشمی کی کھوج میں کوئی تمہاری انگلی نہ چھین سکے' بازو نہ چھین سکے..... مجھ میں تمہارے متعفن ناسور سونگھنے کی سکت نہیں۔

اسے بھی کشمی کا پتا ہے!

اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ چند لمحے کی خاموشی میں' وہ اٹھا' بغیر کچھ کہے اپنے سارے خوف کو رونگٹوں میں دبا کر اس کمرے سے نکل آیا۔ اس کے پیر سن ہو کر رہ گئے تھے۔ لڑکھڑاتے قدموں سے لائبریری کی سیڑھیاں اترتے اس کے مساموں سے چشمے پھوٹ بہے۔

دیوانے درندوں سے بغیر ہتھیار کے کوئی کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ مجھے کچھ نہ کچھ ڈھونڈنا ہی پڑے گا۔

وہ اسی تاریک کلاس روم میں آ گیا جس کے بطن میں لنجا اور دوسرا ساتھی سانس لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

..... تم ہو؟

لنجے نے تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسے دیکھنے کی کوشش کی۔

..... ہوں۔

..... کھانے کے لئے کچھ لائے۔

..... نہیں۔

..... تو پھر لائبریری میں تم اپنی ماں.....

..... گالی نہ دو کم بخت۔

دوسرے ساتھی نے دانت پیس کر کہا۔

..... اپنے پیٹ کو بھول جاؤ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

لنجی نے درشتی سے کہا۔

..... اور نہ مجھے کسی جہنم کی آگ کا ڈر ہے۔ میں خود اپنا خدا ہوں۔ تم نہیں۔

معلم دیوار کے ساتھ بت بنا کھڑا تھا۔ اسے ان کی باتوں کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ آنکھیں جھپکا جھپکا کے' چاند کی ناکافی روشنی میں مستقبل کی شکل پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

..... اگر کوئی جہنم ہے تو میں اس میں اس وقت ہوں' جل جل کر بے معنی راکھ سا بکھر رہا ہوں۔ تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ ہر روز' اپنے گلتے ہوئے جسم کی بدبو میں منتشر ہو رہے ہیں۔

..... خدا تمہارے ساتھ ہے۔

دوسرے نے آنکھیں موند کے ایمان سے کہا۔

..... تم جب مرو گے تو تمہاری روح بھی ہمیشہ اذیت میں رہے گی۔

..... میری روح کوئی نہیں اور میں ہمیشہ زندہ نہیں رہوں گا۔ تم ہمیشہ زندہ رہنا چاہتے ہو اسی لئے یہ تمہارا ایمان ہے لیکن اس سے کچھ نہیں بنے گا۔ ہم نیچر کے قانون کے تابع ہیں۔

..... تمہیں اپنے گناہوں کا کوئی احساس نہیں؟

..... میرا صرف ایک گناہ ہے کہ قدرتی موت کے آنے تک ایسے زندہ رہنا چاہتا ہوں جیسے پیدا ہوا تھا۔

..... ہوا کی طرح دوب کی طرح۔

معلم نے زیر لب کہا۔

..... جو اپنے زمین اور آسمان کا حصہ ہیں.....

ہمیں بھوک لگی ہے زندہ رہنے کے لئے ہمیں اس تاریک گڑھے سے نکلنا ہوگا۔ ہمارے ذہن اس تباہ شدہ درس گاہ میں دھندلا رہے ہیں۔

..... ہمیں کھانا چاہئے۔

..... تو پھر سے آؤ نا..... پیٹ کے کتے۔

KitaabPoint.blogspot.com

لنجا پھنکارا۔

..... تم خائف ہو۔

دوسرے نے کہا۔

..... تمہیں یہاں سے نکلتے ہوئے خوف آتا ہے کہ تم نے یہ جنم اسی لئے.....

..... میں تمہاری طرح ہر روز کے جہنم سے تنگ نہیں آیا۔

لنجے نے اپنے کٹے ہوئے بازو سے تاریکی کو چیرا۔

..... میں خوف زدہ نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سچائی کیا ہے اور موت کیا ہے۔ خوف زدہ تم ہو کیوں کہ تم گناہ اور بخشش کے جال میں الجھے ہو اور تمہیں روز حساب سے ڈر لگتا ہے۔ میرا گناہ یہ ہے کہ میں نے اپنا باز واز لی سچائی کی نذر کیا ہے اور میری بخشش یہ ہے کہ میں اپنے جسم کا ایک ایک خلیہ اس سچائی کی نذر کر کے دوبارہ ترتیب پاؤں..... میرے لئے کوئی روز حساب نہیں میرا حساب کا دن آج ہے۔

..... تو پھر تم یہاں سے کیوں نہیں نکلتے۔

..... میں شاندار کارنامے انجام دینے والا ہیرو نہیں ہوں۔ میں ترتیب پانے کے عمل میں ہوں۔ Inertia میں نہیں۔ میرا سانس جنوب مشرق میں ہے تو دھڑکن دوسرے براعظم میں..... میں ہر اس خطے سے اپنے منتشر اجزاء کو یکجا کر رہا ہوں جہاں استبداد نے ان • ہیں کچلا..... البتہ تمہیں اب اپنے آپ کو دفن کر دینا چاہئے کیونکہ تم ہیرو بننے کی خواہش میں Inert ہو گئے ہو تم میں زندہ رہنے کی سکت نہیں۔ تم میں سے تعفن.....

..... خدا تمہیں معاف کرے۔

دوسرے کی بے بس آہ اندھیرے میں پھیل گئی۔

آہ اور پھنکار سے گھبرا کر وہ جانے کیوں اس کمرے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ان کی آوازیں فیڈ ہو گئیں۔ اس کے قدم رفتہ رفتہ تھم گئے۔ وہ مسکرایا۔

مجھے ہوش و حواس پر قابو ہے میں بھی ہیرو نہیں ہوں کہ ہوں؟ مجھے اس لفظ سے سخت چڑ ہے ہیرو بننے کی خواہش میں روشنی کی راہیں بغیر گوشت کی ہڈیوں کی چوستی ہیں اور آدم کی عظمت کو بانجھ تخموں کی سلوٹیں چھپا لیتی ہیں۔ مجھے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر رپورٹ کرنا ہے کہ دوسرا

KitaabPoint.blogspot.com

ساتھی ہذیان بکنے لگا ہے اور لنجے کا کٹا ہوا بازو دستک دے دے کر پھر زخمی.....

ڈھول کی تھاپ' سیڑھیاں اتر کے پھر اس کے کانوں کے پردے پر بجنے لگی تو انگلیوں کا رقص' نو آوازوں کا آہنگ' درس گاہ کے کمروں' غلام گردشوں میں خوابوں کا ہیولا تھا۔ وہ ہانپتا ہوا ستون کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اسے یاد آیا کہ اس کے پاس ہتھیار نہیں۔ اگر اسے کھانا مل بھی گیا تو وہ ہتھیار کے بنا غیر محفوظ ہے۔ اسے چاندنی میں کوئی چیز چمکتی نظر آئی۔ اس نے لپک کر پائپ کا ٹکڑا اٹھایا جس پر آج شام تک جھنڈا لہرا رہا تھا پائپ کو ہاتھ میں پکڑتے ہی اس کے وجود میں نئی جرات سرایت کر گئی۔ اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ وہ اس ستون کے پاس کیسے پہنچا ہے۔ کمرے میں جہاں بھٹکتی چاندنی تھی' راستے کی طرف اشارہ تھی۔

میں کس تیر کی طرف قدم اٹھاؤں۔

یکا یک اس کے نتھنے پھولنے سکڑنے لگے۔

بو یہ بو کہاں سے آ رہی ہے' لاشوں کے گلنے کا تعفن گیلے اناج کی سڑاند وہ اس تعفن سے پیچھا چھڑانے لگا۔ بدبو اس کا تعاقب کرنے لگی۔ وہ مڑ کر بھاگا' سامنے کسی چیز سے ٹکرایا' پلٹا' پھر بھاگا' سامنے چمکتی ہوئی لاتعداد آنکھیں تھیں' ان کے درمیان نو انگلیاں تاریکی کے پردوں سے اس دل کی آواز نکال رہی تھیں۔ اس نے اپنے بازو سے چہرے پر آیا ہوا پسینہ صاف کیا اور دونوں ہاتھوں سے پائپ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ چمکتی آنکھیں اور تاریکی کو بجاتی انگلیاں اس طرف بڑھنے لگیں۔

مجھے یہاں سے نکلنا ہے اور ہیڈ کوارٹر پہنچ کر رپورٹ کرنا ہے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کو اس تاریک کوکھ سے برآمد کرنا ہے' پھر تینوں کو مغربی سمت والے اسلحے کے ڈمپ کو تباہ کر کے آج کا مشن پورا کرنا ہے' کشمی کی تلاش میں نکلنا ہے لیکن یہ میری طرف کیوں بڑھ رہے ہیں' آنکھیں انگلیاں ڈھول کی آواز میں یہاں سے کیسے نکلوں؟

اس نے چاروں اور دیکھا' ہر طرف سامنے کا عکس تھا۔ اس نے اپنی ساری جرات کو اپنی ٹانگوں میں سمیٹا اور پائپ کو دونوں ہاتھوں سے گھماتا بھاگنے لگا۔ بھاگتا رہا۔ خشک جھیلوں میں اپنے بازوؤں کے چمکتے ناسوروں کے عکس اور پھلوں کے درختوں سے لٹکتے آبلوں کی مسکراہٹ سے بے خبر وہ بھاگتا رہا۔ پھر دھیرے دھیرے اس کی ٹانگوں میں تھکن سرایت کر گئی۔ اس کی گرفت پائپ پر ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ نڈھال ہو کر گرنے ہی والا تھا کہ یک لخت وادی میں کتے بھونکنے لگے۔ نعرے گونجنے لگے اور چیخ پکار کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے تھکی ٹوٹی آنکھوں سے آوازوں کے رخ دیکھا۔ آگ کے شعلے آسمان کا دامن چاٹ رہے تھے۔ ذرا دور درس

KitaabPoint.blogspot.com

گاہ کا بھوت جلتی عمارتوں میں ناچ رہا تھا۔ چھت پر شعلوں کے درمیان ایک سیاہ پیوند میں نو انگلیوں سے نکلتی سمفنی' بھونکار' چیخوں اور نعروں پر چھا چھا جاتی تھی۔ اس کی نظریں درس گاہ کے دروازے پر جا پڑیں۔ شعلوں کی بیک گراؤنڈ سے سایوں کا جلوس ہاتھوں میں مشعلیں لئے اس کی جانب بڑھا۔ آگے آگے لوگ دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔ اس نے غور سے دیکھا۔ اس کے جسم میں سنسنی پھیل گئی۔ وہ خوف زدہ ہو کر آہستہ آہستہ الٹے پاؤں چلنے لگا۔ ہجوم میں ایک ہٹا کٹا شخص بانس اٹھائے ہوئے تھا۔ اس بانس کے ساتھ بندھے آدمی کا بغیر ہاتھ کے بازو' جھنڈا بنا ہوا میں لہرا رہا تھا۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گیا۔ اس سے کچھ فاصلے پر انہوں نے بانس کو زمین میں گاڑ دیا اور اس کے گرد ناچنے لگے۔

..... مجھے مار دو' مارتے کیوں نہیں۔

..... ایک دم مار دینے میں کوئی لذت نہیں۔

ہجوم میں سے کوئی چیخا۔

..... تم نے میرے ساتھی کو فوراً قتل کر دیا تھا۔

..... وہ بے معنی انسان تھا۔

وہ سب ہنسے۔

..... واقعی..... !لیکن میرے جسم کے خلیے دوبارہ تشکیل پائیں گے۔

وہ اس زور سے ہنسے۔

اسے بھی کشمی سے محبت ہے اور میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں روشنی کی رانیں ہڈیوں کو چومتی ہیں کاش میں تمہاری مدد کر سکتا۔

..... تھری' ٹو' ون' ناٹ' فائر..... انصاف کا دن' فیصلے کا دن' میں پھر آؤں گا میں پھر آؤں گا۔

اس کا لنجا باز ورات کے بلیک بورڈ پر دستک دے رہا تھا۔

جنوب مشرق میں' دوسرے براعظم میں' ہر اس خطے میں جہاں غاصب.....

ایک نے بڑھ کر اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ لیا۔

صبر میرے دوست صبر تخموں کی سلوٹیں ستاروں میں کھلتی ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

وہ اس کے گرد اور بھی تیزی سے رقص کرنے لگے۔ ایک نے اپنا چاقو پھینکا جو لنجے کی ناف کے نیچے پیوست ہو گیا۔

..... عظمت آدم کی طرح روشن۔

لنجا مسکراتے ہوئے چیخا۔

..... میں مرا نہیں۔

وہ سب اس پر پل پڑے۔

نہیں میں اپنے آپ کو بچاؤں گا اگر ان کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو آج کا مشن فیل ہو جائے گا میں کشمی کے لئے تمہاری مدد نہیں کروں گا' جانے وہ کہاں ہو گی مجھے اپنے لئے تلاش کرنا ہے تمہارے لئے تلاش کرنا ہے الوداع میرے دوست۔

وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں مڑا۔ وہ قدم اٹھانے ہی والا تھا کہ اس کے پیر زمین کے ساتھ جم گئے۔ پاس ہی چند کتے چیوں چیوں کرتے دمیں ہلا رہے تھے۔

بھونکنا نہیں بھونکنا نہیں۔

وہ انہیں انگلی کے اشارے سے منع کرتا پیچھے ہٹا اور یک دم پلٹ کر بھاگنے لگا۔ کتے بھونکتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لئے۔ اس نے پائپ گھما کر ان پر دے مارا لیکن کتے تعاقب کرتے رہے۔ وہ پتھروں کو پھاندتا گڑھوں کو پھلانگتا بھاگا جا رہا تھا۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ اس کا رخ کدھر ہے۔ کبھی وہ یکا یک رک کر درخت یا جھاڑی کی اوٹ میں ہو جاتا' کتے اسے پھر ڈھونڈ نکالتے' وہ پھر بھاگنے لگتا۔ بھاگتے بھاگتے اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا۔ وہ اوندھے منہ جا پڑا۔

بلیک آؤٹ۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو صبح ہو رہی تھی۔ اس کے دکھتے جسم نے اسے زندگی کا احساس دلایا۔ اس نے لیٹے لیٹے جائزہ لیا۔ وہ ایک جھلسے ہوئے گھر کی دہلیز میں پڑا تھا۔ دور دھوئیں کے غبارا ٹے آسمان میں پرندے منڈلا رہے تھے۔

درس گاہ!

رات کے واقعات بڑی تیزی سے اس کے ذہن میں گھوم گئے۔

اوہو مجھے تو ہیڈ کوارٹر پہنچنا تھا تاکہ

وہ جسم کو سہلاتا آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھ جلی دہلیز سے باہر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ اس کے کانوں میں بچے کے رونے کی

KitaabPoint.blogspot.com

آواز آئی۔ وہ اس آواز کے پیچھے پیچھے چلتا دالان کے سامنے ایک الگ کوٹھری کے دروازے تک جا پہنچا۔ نیم سوختہ تھے اور ان سے مٹی کے تیل کی بو اب تک آ رہی تھی۔ فرش پر ایک لڑکی کی لاش پڑی تھی۔ اس کا لباس تار تار تھا۔ اس کی رانوں میں خون جما تھا۔

کشمی

ایک نوزائیدہ بچہ لاش کے پہلو میں بلک رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی انگلی جل چکی تھی۔ وہ اپنے جھلسے ہوئے ہاتھ سے جلی ہوئی سیاہ چھاتی پر دستک دے رہا تھا۔

تھری 'ٹو' ون' زیرو' فیصلے کا دن میرا ظہور ہو گیا ہے۔ میں واپس آ گیا ہوں۔

معلم نے اپنے ہاتھ اور بازو دیکھے۔ پھوڑوں سے کھرنڈ اتر کے لٹک رہے تھے نیچے سے صاف و شفاف کھال نکل آئی تھی۔

اس نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور والہانہ پیار کرنے لگا۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

چھٹی کا دن

دوپہر

بچے چڑیا گھر کے دروازے کے ساتھ خوانچے والے سے چنے خریدتے ہیں اور اچھلتے کودتے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ چڑیا گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔

سڑک کے پار کھڑی عورت ٹھنڈا سانس لیتی ہے۔ ساتھ کھڑے مرد کو دیکھتی ہے۔ مرد کی نگاہیں آہنی دروازے کی عمودی سلاخوں سے گزر کے پنجروں میں بھٹکتی ہیں۔ مرد خشک حلق کو منہ کے لعاب سے تر کرتا ہے۔ مسکرانے کی کوشش کرتا ہے۔

سلاخوں کے پار جنگل کا قیدی بادشاہ لیٹے لیٹے سر اٹھاتا ہے' نیم وا آنکھوں سے اپنے پنجرے سے پار دیکھتا ہے' دم کے آخری گچھے دار سرے کو ہوا میں لہرا کے سر کو جنگلے کی سلاخوں کے ساتھ ٹکا کے آنکھیں موند لیتا ہے۔

مرد کی آنکھیں شیر کے پوائنٹ آف ویو سے' پنجرے کی سلاخوں کے پار اپنے آپ کو دیکھتی ہیں۔ مرد کے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ وہ فوراً آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ گھنے درختوں کے گنجان پتوں میں یرقانی دھوپ جھلملاتی ہے۔ اس کا سانس لمحہ بھر کے لئے رکتا ہے۔ وہ گھبرا کے چاروں اور دیکھتا ہے۔ سڑک پر لوگ آزادانہ چل پھر رہے ہیں۔ چڑیا گھر کے ادھ کھلے دروازے سے آ جا رہے ہیں۔ سڑک پر زندگی رواں دواں ہے۔ دور سڑک کے کنارے کھڑا ایک شرارتی بچہ درختوں میں الٹی لٹکی چمگادڑوں کو غلیل سے پتھر مارتا ہے۔ چمگادڑوں میں بے چینی پھیلتی ہے۔ درختوں پر لٹکتی' جھولتی' چیختی ہیں۔ چند کوے پھرتی سے اڑتے ہیں' درختوں کے پتوں سے جھانکتی یرقانی دھوپ میں بجھ جاتے ہیں۔ پھر سکوت چھا جاتا ہے۔ مرد اطمینان کا سانس لیتا ہے۔

عورت کی سوالیہ نظریں چڑیا گھر کے دروازے سے پلٹتی' مرد کی نظروں سے ٹکراتی ہیں۔

..... نہیں۔ ہم اندر نہیں جائیں گے۔

مرد کہتا ہے۔

گندے متعفن تالاب سے ایک کونج پھڑک کر خشکی پر آتی ہے۔ پنجرے کے تاروں کو چونچ سے ضربیں لگاتی ہیں۔

..... کیوں..... ؟

عورت دبی زبان میں پوچھتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

تمام پرندے اپنی جگہ پر ساکت حیرت سے گردنیں گھما کے کرلاتی کونج کو دیکھتے ہیں۔کونج کی تنہا' آخری کرلاہٹ چاروں اور سے پسپا ہو کر حلق سے ٹپکتی ہے اور پیروں میں بکھرے چنوں میں دفن ہو جاتی ہے۔

..... بس کہہ جو دیا۔

مرد درشت لہجے میں کہتا ہے۔

شیر لیٹے لیٹے اپنی اگلی ٹانگ اکڑا کے پنجرے سے باہر نکلتا ہے' پنجوں سے تیز نوکیلے ناخن پل بھر کے لئے جھانکتے ہیں۔آس پاس کھڑے لوگ فوراً پیچھے ہٹتے ہیں۔ناخن پھر میان میں چلے جاتے ہیں۔لوگ اطمینان کا سانس لے کر پھر آگے بڑھتے ہیں:

..... اب چلو نا..... کھڑے کھڑے کیا سوچ رہے ہو؟

عورت سیر گاہ کی طرف قدم بڑھاتی ہے۔مرد خاموشی سے ساتھ ہو لیتا ہے۔

عورت خاموشی سے اکتا جاتی ہے۔

..... گرمی بہت ہے۔کہو تو برقع اتار لوں۔

..... ہوں..... ؟

..... یہاں آس پاس کوئی نہیں..... مجھے گرمی.....

..... اتار لو میں نے منع کب کیا ہے۔

..... پکڑ نا ذرا۔

عورت اپنا پرس مرد کے سامنے کرتی ہے۔مرد چپ ہے۔چڑیا گھر کو باغ سے علیحدہ کرتی باڑ کے پار' پنجرے میں ناچتے مور کو دیکھتا ہے۔عورت کچھ نہیں کہتی۔چلتے چلتے برقع اتار کے پرس والے ہاتھ میں پکڑ لیتی ہے۔دوسرے ہاتھ سے بالوں کو درست کر کے سر پر دوپٹے کو ٹھیک کرتی ہے۔پھر لٹکے لاکٹ کو چھاتیوں کے عین درمیان سیٹ کرتی ہے۔ہاتھ کو نیچے گرا کر مرد کا ہاتھ پکڑتی ہے۔ہولے سے دباتی ہے۔مرد اپنا ہاتھ فوراً چھڑا لیتا ہے۔

..... کچھ تو خیال کرو۔

عورت روہانسی ہو جاتی ہے۔اس کا ہاتھ بے جان ہو جاتا ہے۔

کولتار کی سڑک پر ان دونوں کے قدموں کی اکھڑی اکھڑی آوازیں فضا کی دوسری ہم آہنگ آوازوں سے بالکل الگ ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

عورت قدموں کی آوازوں سے اکتا جاتی ہے۔

..... آج..... آج اماں کہہ رہی تھیں گرمی بہت ہوگئی ہے۔

..... اماں؟

..... تمہاری اماں۔

..... اوہ..... اماں کو غلط فہمی ہے۔ابھی تو گرمی آئی ہی نہیں۔

..... گرمیاں آ تو گئی ہیں۔دیکھو میں پسینے.....

..... اونہہ..... یہ تو جو آئے دن بموں کے تجربے ہوتے رہتے ہیں'ان کی وجہ سے موسم بدل گئے ہیں۔

..... بہرحال گرمی جلد آ گئی ہے۔لوگ تو یہی کہتے ہیں۔

..... میں مانتی ہوں بعض لوگ کم عقل ہوتے ہیں لیکن..... لیکن تم کیوں فضول بحث میں چھٹی کا دن برباد کرنے پر تلے ہو۔

..... چھٹی؟او..... ہاں..... میں بھول ہی گیا تھا آج اتوار ہے۔

..... اتوار نہیں' ہفتہ ہے اور تم نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا آج کاہے کی چھٹی ہے..... ؟

کاہے کی چھٹی کاہے کی چھٹی..... میں ہر دن اس سے پہلے دن کی طرح گزار گزار کے اکتا گیا تھا' سورج نکلتے ہی فائلیں' یس سر' نو سر' ویری ویل سر' تھینک یو سر' پھر گھر' بک بک چخ چخ' دفتر سے بچی فائلیں' دوات قلم' قلم دوات کاغذ' کاغذ کاغذ لفظ بے معنی لفظ بے معنی لفظ آج تمہیں ترقی دی جاتی ہے اسی طرح محنت کرتے رہے تو کل کل کل کل لفظ بے معنی لفظ۔

..... شب بخیر۔

..... کیا..... ؟

عورت حیرت سے اسے دیکھتی ہے۔

..... ہوں؟ کچھ نہیں۔آج جانے کاہے کی چھٹی ہے۔

بس ہے چھٹی۔

مرد چلتے چلتے عورت کی طرف دیکھتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... تم..... تم خوش ہو..... ؟ میرے ساتھ؟

..... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے!

عورت سچے دل سے کہتی ہے۔ مرد پھر سیدھا دیکھنے لگتا ہے۔

..... تم نے بہت اچھا کیا کہ .....

..... کہ ..... تمہیں سیر کے لئے لے آیا ہوں۔

..... آج ہم شادی کے بعد پہلی مرتبہ اکٹھے تنہا نکلے ہیں۔!

..... اکٹھے؟ تنہا؟!

مرد ہنسنے کی خواہش کو دبا دیتا ہے۔

..... آؤ بانہوں میں بانہیں ڈال کر چلیں۔

..... ابھی تو تم نے میرا ہاتھ جھٹک دیا تھا..... !

عورت کی نظریں باڑ سے دوسری طرف اٹھ جاتی ہیں۔ وہ فوراً تیز تیز قدم اٹھا کر باڑ کے جھرنوں سے دیکھتی ہے۔

..... ہائے دیکھو کتنی خوبصورت بطخیں ہیں..... دیکھو دیکھو ڈبکی.....

مرد باڑ سے دور سڑک کے دوسرے کنارے کھڑا بوٹ کی نوک سے چند کنکریاں اکھاڑتا ہے۔ عورت پلٹ کر اس سے پوچھتی ہے۔

..... یہ بطخیں اڑ کیوں نہیں جاتیں..... ؟

..... میں کسی دن ان سے پوچھ کر بتاؤں گا۔

مرد عورت کے قریب آتے ہوئے کہتا ہے' دونوں جانے کیوں ہنسنے لگتے ہیں۔ مرد اسے اشارہ کرتا ہے۔

..... چلو۔

دونوں چلنے کے لئے مڑتے ہیں۔

ان سے دور اپنے پنجرے میں شیر گردن اٹھاتا ہے۔ پچھلی ٹانگیں سمیٹ کر اٹھتا ہے۔ اگلے پیروں کو فرش پر جما کے انگڑائی لیتا ہے۔ دھاڑتا ہے۔ عورت اچھل کر مرد کے سینے سے چمٹ جاتی ہے' فضا سہم جاتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... بچہ نہ ہو۔

..... وہ..... وہ..... شیر۔

..... قید ہے۔

فضا کی آوازیں شیر کی دھاڑ میں دبی آہستہ آہستہ ابھرتی ہیں۔ مرد گہرا سانس لیتا ہے۔ عورت کو کندھوں سے پکڑ کر علیحدہ کرتا ہے۔ دباؤ کی وجہ سے عورت کے لاکٹ کا نشان مرد کی قمیض پر پڑ جاتا ہے۔ عورت اپنے چہرے میں مرد کے سینے کی تمام برف لئے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی ہے' دھیرے دھیرے ہٹتی ہے۔ دوبارہ سر پر دوپٹہ اوڑھ کر چھاتیوں پر درست کرتی ہے اور تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ مرد کے قدم ست ہیں۔ چند قدم بعد عورت کی رفتار بھی ست پڑ جاتی ہے۔ دونوں پھر ساتھ چلنے لگتے ہیں۔ مرد یکدم چونکتا ہے۔ عورت سہم کر کہتی ہے۔

..... نہیں نہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا۔

مرد کی نظریں چمگادڑوں کے ساتھ درختوں پر الٹی لٹک جاتی ہیں۔

ابھی کچھ دیر میں شام انہیں جھنجھوڑے گی اور یہ پھڑ پھڑاتی ہوئی تلاش معاش میں نکل جائیں گی رات کے اندھیرے میں اپنے پیٹ کو روشن کریں گی۔

..... تم نے چمگادڑ کی کہانی سنی ہے؟

مرد اچانک عورت سے پوچھتا ہے۔

..... پرندوں اور جانوروں والی..... ؟

..... ہاں.....

عورت چلتے چلتے چڑیا گھر کے چھوٹے بند دروازے کے سامنے رکتی ہے۔ خواہش آخر زبان پر آ ہی جاتی ہے۔

..... آؤ چڑیا گھر کے اندر چلیں۔

..... اس سے کیا فرق پڑے گا۔

پتہ ہے سیر گاہوں کے معنی کیا بنتے ہیں۔ سنا ہے جہاں اب سیر گاہیں ہیں وہاں جنگلی جانور رہا کرتے تھے۔ شیر چیتے خونخوار پنجے نکالے شہر کے دروازوں پر دستک دیا کرتے تھے۔ پھر شیروں چیتوں کے گرد سلاخیں گاڑ دی گئیں۔ وہ محصور ہو گئے رنگ برنگ

KitaabPoint.blogspot.com

پرندوں کو قینچیاں لگا کر متعفن تالابوں میں چھوڑ دیا گیا اور اس طرح چڑیا گھر بنے' سیر گاہیں وجود میں آئیں۔

شیر پنجرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لاتعداد چکر لگا رہا ہے۔ مورنا چتا نہیں تھکتا۔

..... میں نے تم سے کہا تھا اس بے کار جگہ کے بجائے قلعے کی سیر کو جاتے تو.....

مرد تاسف سے کہتا ہے۔

..... کیوں یہاں کیا خرابی ہے؟ سبزہ' پھول' خوشبو' ان گنت رنگ۔

سبزہ زار شہر کے گرد فطرت کی فصیل ہیں لوگوں کے دلوں کے عین درمیان ویرانہ یا ویران دلوں کے عین درمیان سبزہ زار یا آدمی کے ویرانے کے گرد آدمی کے ویرانے کی فصیل زندگی کے لئے تھوڑا بہت وحشی ہونا ضروری ہے۔

..... تم تو رنگ اور خوشبو کا یوں ذکر کرتی ہو جیسے..... دراصل نیچر' ہماری نیچر کا آئینہ ہے۔

ایک پرندہ' تنہا' پاس کے درخت سے اڑتا ہے اور سیٹی بجاتا ہوا دور فضا میں گم ہو جاتا ہے۔

..... تمہارے خیال میں یہ پرندہ آزاد ہوگا..... !؟

..... اچھا بابا..... تم ٹھیک کہتے ہو۔ فطرت بہت بد دیانت' بہت بد اخلاق ہے۔ یہ سبزہ' یہ پھول' یہ درخت.....

عورت بولتی بولتی لمحہ بھر کے لئے سوچتی ہے۔

گھر میں زخم دیتے تنہا لمحوں سے جو چیز مجھے بچاتی ہے وہ کھڑکی سے نظر آتی احاطے میں پھیلے پیپل کے درخت کی شاخیں ہیں ان میں گاتی چڑیاں ہیں جب تم دفتر میں ہوتے ہو تو میں سارا سارا دن ان پتوں کو گنتی گزارتی ہوں چڑیوں کی زبان سمجھتے گزارتی ہوں اور جب رات میں تم پھر فائلوں کے ساتھ ہم بستر ہوتے ہو تو میں تمام رات پیپل کے ہرے پتوں سے زرد پتے چننے میں بسر کرتی ہوں چڑیوں کے گیتوں کو درخت کی کوکھ میں دفن کر کے اپنے بستر کے جنگل میں نیند کا پیچھا کرتی ہوں حتی کہ سورج گزرے ہوئے دن کا آئینہ لے کر پھر پیپل کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اور میرے حواس کو منتشر ہونے سے بچا۔

..... اگر یہ درخت یہ سبزہ یہ پھول میرے حواس کو قائم رکھتے ہیں تو تمہیں کیا اعتراض ہے..... ورنہ میں تو پاگل ہو جاؤں۔

عورت لمحہ بھر سوچنے کے بعد کہتی ہے۔

..... غلط..... آدمی یا پاگل ہوتا ہے اور یا نہیں ہوتا۔

..... آدمی پاگل ہو جاتے ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

تمہیں گھر میں نظر بند کر کے مجھے خوشی ہوتی ہے..... ؟

مرد جھنجلا جاتا ہے۔

..... اس کے سوا اور چارہ کیا ہے..... ملازمت۔ ملازمت ترقی کا زینہ۔ معمولات کی زنجیر۔

..... میں نے کہا تھا' میں بھی نوکری کر لیتی ہوں' آخر ایف اے کب کام آئے گا..... ؟

..... کیا میں تنہا کافی نہیں؟ اور تم کیا چاہتی ہو۔ پہلے میں کلرک تھا اور اب سینئر کلرک ہوں..... اگر اسی طرح کام کرتا رہا تو ایک دن.....

ایک دن ایک دن جب چیختے غراتے دہاڑتے شیروں کے اردگرد سلاخوں کی فصیل مکمل ہو جائے گی اور وہ محصور ہو جائیں گے

شیر اور بھی تیزی سے پنجرے میں گھومنے لگتا ہے۔ مستعد پہرے دار۔ شیر کے گلے سے نکلتی خرخر کی آواز فلک شگاف دھاڑ بن جاتی ہے۔ تمام آوازیں لبیک کہتی ہیں۔ مور کی چیخ اس واویلے میں ابھر کے ڈوب جاتی ہے۔ وہ ناچتا ناچتا اپنے پیروں کو دیکھتا ہے۔ اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکتا ہے۔ وہ دھیرے دم کو سمیٹ کر اپنے پیروں کو تاسف سے دیکھتا اندرونی کمرے میں چلا جاتا ہے۔

مرد اور عورت پل بھر کے لئے رک کے ان تمام آوازوں کو فضا میں بکھرتا سنتے ہیں۔ موڑ مڑتے ہیں۔ تمام آوازیں موڑ پر آ کے رک جاتی ہیں۔ اب کولتار کی سڑک پر ان کے جوتوں کی آواز کے سوا کوئی آواز نہیں۔

وہ اس موڑ سے تھوڑا ہی دور پہنچتے ہیں کہ رفتہ رفتہ' قوالی کی آواز' قدم قدم ان کی طرف بڑھتی ہے۔ دونوں آواز کے رخ ہو جاتے ہیں۔

دفن ہونے کے لئے کتنی خوبصورت جگہ ہے۔

مزار پر پہنچ کر عورت سوچتی ہے۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہے۔ پھر جھک کر مزار کو چومتی ہے۔ مرد مزار سے ذرا ہٹ کر اکڑوں کھڑا ہے۔ اس کا رخ مزار کی طرف نہیں ہے۔ وہ موڑ سے پرے' موڑ میں چھپے چڑیا گھر کی باڑ کو آنکھوں سے ٹٹولتا ہے۔ قوالی کی آواز میں دبی دوسری آوازوں کو سننے کی کوشش کرتا ہے۔ موڑ کے پیچھے سب کچھ چھپا ہے' باڑ' چڑیا گھر' آوازیں' ٹریفک کی آواز بھی نہیں آتی' قوالی کے شور میں سب کچھ معدوم ہے۔

مرد کن انکھیوں سے مزار کو دیکھتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

قدرت کا بہیمانہ مذاق زندگی میں اپنے سینے کے اندر ویرانے لئے بستی بستی گھوما کئے ہر لحہ فنا ہوا کئے اور جب فنا ابدی ہوئی تو کہاں۔

مرد عورت کو چلنے کے لئے اشارہ کرتا ہے۔

عورت دعا ختم کر کے ہاتھ چہرے پر پھیرتی ہے۔ مڑتی ہے۔ دونوں چلتے چلتے پہاڑی کے قدموں میں آتے ہیں۔ عورت پہاڑی پر چڑھنے کی غرض سے پہاڑی کے راستے کی طرف بڑھتی ہے۔ مرد رک جاتا ہے۔ پاس ہی گڑے میل کے پتھر کو تھام لیتا ہے۔

..... ہم پہاڑی پر نہیں جائیں گے۔

..... کیوں؟

عورت رک کر حیرانی سے اسے دیکھتی ہے۔

مرد میل کے پتھر سے ٹیک لگا کر کہتا ہے۔

..... سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔

..... اور سوال نہ کرنے سے بھی تو انتشار..... پلیز میری خاطر چلو پہاڑی پر چڑھیں۔

مرد مجبوراً میل کے پتھر سے ہٹتا ہے۔

..... چلو۔

..... یوں چکر لگا کر نہ چلیں؟

مرد چلتا چلتا کہتا ہے۔

..... تم آ رہی ہو یا نہیں۔

..... اس طرف سے نہ جاؤ۔

دیکھو تو سہی اس طرف کتنی سیڑھیاں ہیں آسمان تک ٹوٹی پھوٹی غیر محفوظ میں تمہاری وجہ سے پہاڑی پر چڑھ رہا ہوں' یہ تمہاری خواہش ہے۔

اور وہ شکستہ پل کتنا خطرناک اگر ٹوٹ جائے تو

KitaabPoint.blogspot.com

چوٹی تک ایسے ہی راستے جاتے ہیں۔

توبہ اتنی تیزی سے نہ چلو رک جاؤ' مجھے تھامو

یہ تمہاری خواہش ہے۔

مرد جما جما کر پیر رکھتا پل کو پار کر لیتا ہے۔عورت ہانپنے لگتی ہے۔مری ہوئی آواز میں کہتی ہے۔

..... تم رک نہیں سکتے؟

..... نہیں۔

مرد پلٹ کر کہتا ہے فوراً چیختا ہے لیکن بے آواز

نہ نہ ریلنگ کا سہارا نہ لو یہ دیمک خوردہ.....

عورت کا سانس پھول جاتا ہے۔وہ بڑبڑاتی 'لڑکی کی دیمک خوردہ پل کی شکستہ ریلنگ کا سہارا لیتی ہے۔

مجھے تم تک پہنچنا ہے تم رک جاؤ تو میں تم تک پہنچ ہی جاؤں گی' پھر تم ہاتھ بڑھا کر مجھے سہارا دینا ریلنگ کو تھامے بنا چارہ بھی تو کوئی نہیں

عورت پل پر بہت احتیاط سے پیر جماتی دھیرے دھیرے مرد کی طرف بڑھتی ہے۔جانے کیا بڑبڑاتی ہے مرد پاس پڑے ایک بڑے پتھر پر بیٹھ کے کہتا ہے۔

مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا۔تم لفظوں میں سانس ضائع نہ کرو۔ابھی ان گنت سیڑھیاں باقی ہیں۔

دونوں کو دیمک خوردہ پل کے آر پار ایک دوسرے کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ عورت جلدی سے اپنا پچھلا پیر اٹھا کر پل کے پاس پتھریلی زمین پر رکھتی ہے۔مرد کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو پکڑتی ہے اور بے جان ہو کر اس کی گود میں گر جاتی ہے۔شکریہ شکریہ شکریہ۔

عورت کا دل زور زور سے دھڑکتا ہے۔چند منٹ بعد وہ اس کی گود سے سر اٹھاتی ہے۔دونوں پہاڑی کی چوٹی کی سمت دیکھتے ہیں۔اب صرف ایک چوتھائی فاصلہ باقی ہے۔دونوں مڑ کر پل کی جانب دیکھتے ہیں۔

..... توبہ۔

عورت کا سانس قابو میں آ چکا ہے۔

..... اتنی ساری اترتی ہوئی سیڑھیاں..... اور وہ..... وہ مزار۔

KitaabPoint.blogspot.com

سیڑھیوں کے اوپر درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں الجھی دور نیچے آخری سیڑھی تک چھتی' سرنگ سی بناتی ہیں۔آخری نچلی سیڑھی سے دور سامنے مزار کی جالی کا نچلا حصہ ہے۔اس سرنگ کے آخری دہانے پر شام کا پہلا چراغ روشن ہوتا ہے۔مزار پر قوالی شاید ختم ہو چکی ہے۔مرد اور عورت کان لگا کے سنتے ہیں لیکن بینڈوں' جھینگروں' مینڈکوں کے شور اور پرندوں چمگادڑوں کی چیخوں اور پھڑ پھڑاہٹ کے سوا کوئی آواز نہیں۔شام آہستہ آہستہ' بہت آہستہ پیڑوں سے اترتی ہے۔

..... میں اب ٹھیک ہوں۔

عورت اٹھتے ہوئے کہتی ہے۔

..... آؤ چوٹی پر چلیں۔

مرد کی نظریں درختوں سے بنی سرنگ کے مختلف کونوں کھدروں سے گھبرا کر پلٹتی ہیں۔

..... شام ہو رہی ہے۔آؤ گھر چلیں۔

مرد اٹھتا ہے۔

..... کیوں چوٹی پر نہیں جانا..... ؟

..... چوٹی..... ؟

مرد کی آنکھیں پل بھر کے لئے پتھرا جاتی ہیں۔

..... چلو نا۔

عورت بچوں کی طرح ضد کرتی ہے۔

..... تم چوٹی سے خائف ہو!

میں؟ چوٹی سے؟ خائف ہوں؟ میں؟

مرد یکدم عورت سے پوچھتا ہے۔

..... تم میرے لئے اپنی جان قربان کر سکتی ہو..... ؟

اور پھر اپنی نظروں کو درختوں سے بنی سرنگ کی دہلیز پر چھوڑ دیتا ہے۔

..... کیوں؟

KitaabPoint.blogspot.com

عورت کی سمجھ میں نہیں آتا' کیوں؟

..... یہ غلط جواب ہے۔جان دوگی؟ہاں یا نہ۔

..... تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟

..... اگر تمہارے مرنے سے میں بچ جاؤں..... تو؟

..... کیوں نہیں؟میں تمہارے بغیر کیسے زندہ رہ سکتی ہوں۔میں تمہاری بیوی ہوں۔ہمارا ساتھ ہمیشہ رہنا چاہیے۔

قبر میں بھی؟پھر بھی ہم تنہا ہوں گے اپنی اپنی قبر میں جیسے کہ اب ہیں

مرد مسکراتا ہے۔

..... وعدہ؟

..... ہاں وعدہ..... اب چلو۔

عورت چوٹی کو دیکھتے کہتی ہے۔

..... میری جان تمہاری ہے۔جس طرح جی چاہے اسے برتو۔

..... تمہاری چوٹی تک پہنچنے کی خواہش سے میں جلنے لگا ہوں۔

اوہ سمجھا اس پہاڑی کی چوٹی سے اس کی کوئی رومانی یاد وابستہ ہوگی پرانی کہانی یہ اور اس کا ہیرو یہاں آتے ہوں گے ایک دوسرے کے وجود میں دنیا پاتے ہوں گے پھر کرتا خدا کا کیا ہوا کہ

..... کیا سوچ رہے ہو..... ؟

..... پھر تمہاری شادی ہوگئی۔اور دیوانہ اب بھی وہاں تمہارا منتظر ہوگا۔

..... کون دیوانہ..... ؟اووہ۔

عورت کے ہونٹ اداس مسکراہٹ میں لرزتے ہیں۔

..... تم بھول گئے۔تم ہی تو مجھے شادی سے پہلے یہاں لایا کرتے تھے۔ تمہیں یاد نہیں میں کالج کی آخری کلاس مس کر کے گیٹ پر تمہارا انتظار کیا کرتی تھی پھر تم۔

..... مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔

..... مجھے تو سب کچھ یاد ہے۔

عورت دوپٹے کے پلو کو انگلی پر بل دیتی ہے۔

..... چلو نا..... وہ دیوانہ شاید اب بھی وہاں میرا انتظار کر رہا ہو۔

مرد کے ہونٹ بھی عورت والی مسکراہٹ میں اداس ہو جاتے ہیں۔

..... وہ خواب مر گیا۔

..... وہ خواب مر گیا..... ؟ تمہارے لئے..... نہیں۔ وہ خواب اب بھی زندہ ہے چلو وہاں چل کر دیکھیں۔

..... میں نے جب تم سے پوچھا تھا کہ میری خاطر جان دو گی تو تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا تھا۔

..... نہیں تو۔

..... ہوا تھا زرد..... پتہ ہے' میں نے ابا سے بھی پوچھا تھا کہ آپ میری خاطر جان دیں گے؟ کہنے لگے' میں اب اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ موت بے معنی ہے اور پھر میں ایک بار تمہیں زندگی دے چکا ہوں دوبارہ کیا تک ہے۔

مرد ہنستا ہے۔

..... جب ماں سے یہی سوال پوچھا تو فرش پر بوریا پھیرتے کہنے لگی ..... میں بہت مصروف ہوں۔

عورت بھی ہنسنے لگتی ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

..... تو چلو۔

اور چوٹی کی جانب قدم اٹھاتی ہے۔

..... سوچ لو..... پھر نہ کہنا۔

..... وہاں خواب۔ عورت پلٹ کر کہتی ہے۔

..... وہاں ڈائن ہے۔ منہ پھاڑے دانت نکالے کھڑی ہے۔ زبان لہو سے تر۔

..... مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

عورت مسکراتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

مرد سنجیدگی سے کہتا ہے۔

..... پھر نہ کہنا..... چلو۔

دونوں چند قدم چلتے ہیں کہ بھاگتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں کی آواز سن کر رک جاتے ہیں۔ ایک لڑکا' شام کے پھیلتے سرمئی غبار سے جنم لیتا ہے۔

..... یہ کون؟

عورت دبک کے مرد کے ساتھ لگ جاتی ہے۔

..... لڑکا ہے۔ تتلی وتلی کا پیچھا کر رہا ہے۔

لڑکا ان دونوں کو قریباً چھوتا ہوا گزر جاتا ہے۔ عورت کانپ جاتی ہے۔

نہ بھاگو لڑکے جانے دو تتلی کو ارے ارے آگے سیڑھیاں ہیں۔ پھسلن ہے دیمک خوردہ پل ہے اے منے' اے لڑکے' اے بیٹے' پھسل جاؤ گے' گر جاؤ گے' مر جاؤ گے

عورت چیختی ہے۔

..... روک..... روکو اسے گر جائے گا۔

لڑکا کھلکھلا کر ہنستا ہوا درختوں کی سرنگ میں غائب ہو جاتا ہے۔ مرد اسے اس سرنگ میں تحلیل ہوتا دیکھتا ہے۔ جانے دو اسے خود اپنے لئے سچائی کی تلاش کرنے دو۔ جب وہ ان دیکھی تتلی اس کے ہاتھ آتی آتی پھسل جائے گی تو وہ انگلیوں پر لگے نظر نہ آنے والے تتلی کے پروں کے بور کو دیکھتا سوچے گا' سچائی کیا ہے اور پھر کائی جمی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں کو پھلانگتا دیمک خوردہ پل پر ڈولتا اجنبی راستوں پر بھاگتا اس عکس کا پیچھا کرے گا جو اس کی دانست میں تتلی تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس سرنگ میں تحلیل.....

روکو اسے..... گم سم کیوں کھڑے ہو۔

..... چلو۔

مرد زیر لب کہتا ہے۔ عورت خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیتی ہے۔

..... توبہ..... ذرا آہستہ چلو۔

..... وہ رہی چوٹی۔

KitaabPoint.blogspot.com

بکھرے ہوئے سانسوں کو سمیٹوں۔

..... یہاں کوئی نظر نہیں آتا۔

..... ہاں..... ہم تنہا ہیں۔

دوسری طرف جہاں چشمہ پھوٹتا ہے نیچے اتر کے آبشار بنتا ہے جس کے دامن میں رات کو دھنک سوتی ہے لوگ تو وہاں ہوتے ہیں۔

..... جانے تم کیوں اس اجاڑ میں.....

..... اپنی چھٹی برباد کر رہا ہوں؟!

میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ چھٹی کا یہ دن بھی گرد بن کر فائلوں کے ساتھ چمٹے ہوئے عام دنوں کی سائیکلوسٹائل کاپی ہو گا۔

..... تم ہی چاہتی تھیں کہ پہاڑی کی چوٹی کو سر کریں۔

..... آؤ نیچے جا کر تالاب میں گرتی آبشار کو دیکھیں۔ پھر ریستوران میں آئس کریم اور سموسے کھائیں۔

..... اچھا۔

..... لیکن ہم تو پلٹ کر مزار کو جا رہے ہیں..... جانا تو چوٹی.....

سب راستے اسی طرف نہیں جاتے؟

..... اوہ..... سوری..... میں کنفیوژ ہو گیا تھا۔

بس چند قدم اور پھر ہم اپنے اپنے خوابوں اپنی اپنی مصیبتوں اپنی اپنی اذیتوں کا سامنا کریں گے ہمیں خائف نہیں ہونا چاہئے یہ یہ کیسی آواز ہے آواز تھی کوئی عین اس لمحے جب میرا خیال تھا کہ میں اس آواز کو پکڑ لوں گا پھسل گئی آوازیں فنا ہو جاتی ہیں اونہوں فضائی لہروں میں امر ہو جاتی ہوں ساری کائنات ایک گونج ہے نوزائیدہ بچے کی پہلی چیخ کائنات کے نامعلوم راستوں پر بھٹکتی جب مرنے والے کی آخری ہچکی سے

..... جانتی ہو ہم کائنات کی موسیقی ہیں۔

..... ذرا رکنا..... ایک سیکنڈ.....

KitaabPoint.blogspot.com

..... آہ..... ہم پہنچ گئے۔

عورت چوٹی کی سطح پر قدم رکھتے ہی اپنا پرس کھول کر آئینہ نکالتی ہے۔ چہرے کو پف کرتی ہے۔ آنکھوں کا سرمہ درست کرتی ہے۔ مرد استہزائیہ انداز میں مسکراتا ہے۔

تم آنکھوں کو چاہے جتنا سنوارو آنسوؤں کی لکیریں نہیں مٹیں گی آنکھیں تو سوگ کی جھیلیں ہوتی ہیں آنسوؤں کے بغیر بھدی معلوم ہوتی ہیں الم بذات خود خوبصورت ہوتا ہے نہیں نہیں اس میں خودرحمی کی کوئی بات نہیں خواہ مخواہ رومانوی سوچ سوچنے کو جی چاہا تھا مجھے معاف کردو میں کولہوں کا بیل ہوں اکتاہٹ کا مارا نامرادی کا شکار میں نوکری کرتا ہوں اور آج نوکر دفتر نہیں گیا کل اتوار ہے نوکر کی اتوار شاہی قلعے میں گزرتی ہے آج نوکر بہت مشکل سے اپنی بیوی کے ساتھ سیر کے لئے نکلا ہے کہ کل اسے شاہی قلعے جانا ہے اتوار کے دن کی عیاشی وہ کسی کے لئے قربان نہیں کرسکتا

..... آہ..... ہم پہنچ گئے۔

عورت اس سے الگ' تیزی سے سطح کے گرد کناروں پر لگے جنگلے کی طرف بڑھتی ہے۔

..... دیکھو دیکھو..... ادھر یہاں سے آبشار کتنی خوبصورت نظر آتی ہے۔

مرد کی ویران نگاہیں ادھر ادھر بھٹکتی ہیں۔

..... وہ چھوٹی سی جھیل..... وہ نیچے..... دیکھو بالکل میرے پیروں سے چشمہ پھوٹ رہا ہے۔

عورت پلٹ کر مرد کو دیکھتی ہے جو ایک بہت بڑے تناور درخت کے پیچھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک غار کے منہ کو دیکھ رہا ہے۔

..... تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ دیکھو ہم کتنی بلندی پر ہیں..... وہ دور نیچے جھیل میں بچے کاغذ کی.....

..... مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

مرد پھر غار کے منہ میں نگاہیں ڈال دیتا ہے۔

تو میرا چھٹی کا دن ضائع نہیں ہوا میں قلعہ میں نہیں پہنچا قلعہ ہی میرے پاس آ گیا لیکن یہ دہانہ قلعے کی دوسری سرنگوں سے کتنا مختلف ہے اور سرنگوں میں تو روشنی آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتی رفتہ رفتہ بجھتی ہے لیکن یہاں تو باقاعدہ دروازہ ہے نہ سیڑھیاں' تاریک منہ تاریکی میں اور بھی تاریک ہے۔ سرنگ کا دہانہ کھردرے کناروں سے بنا ہے بے ترتیبی سے ٹوٹے ہوئے پتھر جن کی سطح پر آگے درختوں کی جڑیں لا روے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... ہائے دیکھو..... اب روشنی ہوئی ہے تو جھیل میں واقعی دھنک اتر آئی ہے فوارے سے اچھلتی بوندیں تاروں کی طرح ٹوٹ رہی ہیں۔

عورت بچوں کی طرح تالیاں بجاتی مڑتی ہے۔ مرد کو ڈھونڈتی' سرنگ کی دہلیز پر جھکے مرد کے پاس آتی ہے۔

..... تم۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آج ہم پہلی مرتبہ اکٹھے.....

مرد آہستہ آہستہ نگاہیں اٹھا کے عورت کو دیکھتا ہے۔ گہری شام کی دھندلاہٹ میں مرد کی آنکھوں میں سرخی صاف نظر آتی ہے۔

عورت سہم سی جاتی ہے۔

..... تم یوں کیوں بیٹھے ہو؟

مرد مسکراتا ہے۔

..... آخر میں قلعے پہنچ ہی گیا۔

..... قلعہ!

عورت حیران ہو جاتی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں پاتی۔

..... اٹھو..... یہاں بہت اندھیرا ہے..... کہیں کوئی سانپ وانپ

..... سانپ؟

مرد ہنس دیتا ہے۔

..... تم یہاں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟

..... جو تم ڈھونڈ رہی تھیں' تم نے پا لیا..... جس کی مجھے تلاش ہے ابھی تک۔

..... تم اس کھوہ۔..... تم جاؤ۔

مرد فیصلہ کن لہجے میں کہتا ہے۔

عورت' سہمی ہوئی' مایوس پلٹتی ہے اور جنگلے کے ساتھ لگ کر' پہاڑی کے قدموں میں' اچھلتی آبشار سے پھوٹتی دھنک پر جھک جاتی ہے۔

جانے میرے لئے سرنگوں کے دہانوں میں اتنی کشش کیوں ہے' شکر ہے چھٹی کا دن مرا نہیں تمام راستہ یہی سوچتا رہا کہ ہم قلعے کی

KitaabPoint.blogspot.com

سیر کو جاتے تو اچھا ہوتا لیکن خواہش ہو تو ہر جگہ قلعے بن جاتے ہیں ہر جگہ سرنگوں کے دہن کھل جاتے ہیں

..... تم ہر اتوار کہاں جاتے ہو؟

افسروں کی خوشنودی اور فوری ترقی کی خواہش میں اتوار کے روز بھی دفتر

..... دفتر؟

مرد زیر لب کہہ کر مسکراتا ہے۔

..... سرنگ۔

پتا ہے سرنگوں کے مالک سرنگوں کو کئی طریقوں سے استعمال کیا کرتے تھے مغل شہزادیوں کا پردہ اور شارٹ کٹ شہنشاہوں کی فرار کے خفیہ راستے' ایک اور سرنگ بھی تھی جس کے متعلق میں نے پڑھا ہے کہ اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا یہ سرنگ ذرا دور جا کر دیواروں میں کٹ کے کئی راستوں میں بٹ جاتی تھی اس کے عین وسط میں ایک بلا کا کھلا منہ تھا جانے یہ سرنگیں بھی اسی سرنگ کے مانند ہوں کاش میں ان سرنگوں میں داخل ہونے کی جرات کر سکتا میری تو ہر اتوار کا سورج قلعے کی سرنگوں سے طلوع ہوتا ہے وہیں غروب ہوتا ہے اور میں سرنگوں کے دہن چاٹتا دہلیز پار کرنے کا ارادہ ہی کیا کرتا ہوں کیا پتہ یہ سرنگیں بھی اسی سرنگ کی طرح ہوں جس میں سچائی کے متلاشی داخل ہوتے ہی دوسرا قدم بلا کے منہ میں رکھ دیتے ہیں کہ شاید یہی باہر نکلنے کا راستہ ہو میں جاؤں اندر

جا کے دیکھوں؟

مرد عورت کو پکارتا ہے۔ عورت خوش خوش مرد کے پاس آ جاتی ہے۔

..... جانے یہ سرنگ کہاں جاتی ہے؟

..... کہیں نہیں جاتی..... آؤ چلیں..... جا کر سموسے اور آئس کریم.....

..... ابھی دیکھتے ہیں یہ کہاں جاتی ہے۔

نہیں۔

عورت کے چہرے کی تمام خوشی خوف کے تاثر میں بدل جاتی ہے۔

..... اندر نہ جاؤ' کیا معلوم وہاں کیا ہو..... سانپ' بچھو..... ڈھانچے' بلائیں..... میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گی۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... میں نہیں۔تم جاؤ گی۔

..... میں؟

..... ہاں۔

..... میں؟؟

..... ہاں ہاں..... تم..... !تم نے میری خاطر جان تک دینے کا وعدہ کیا تھا..... یہ بات تو معلوم ہے..... یہ لو ماچس' اندر تاریکی ہوگی۔صرف جھانک کر آ جانا۔

عورت ماچس نہیں لیتی۔اسے بہت غور سے استفہامیہ انداز میں دیکھتی ہے۔

..... میری خاطر..... پلیز..... میری خاطر۔

مرد التجا کرتا ہے۔

..... تمہیں مجھ سے محبت نہیں؟

مرد بہت پیار سے عورت کی گردن سے لٹکے لاکٹ کو سیدھا کر کے چھاتیوں کے عین درمیان میں سیٹ کرتا ہے۔

..... صرف چند لمحوں کے لئے۔

..... تم..... تم کیسی باتیں کرتے ہو۔

عورت ایک قدم پیچھے ہٹتی ہے۔

..... یہ سرنگ تو معلوم نہیں ہوتی۔کھوہ سی ہے۔ممکن ہے یہاں سے مالی نے مٹی کھود کر.....

..... جو بھی ہو' سمجھ لو ہم آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔

..... آنکھ مچولی؟

عورت کے ہاتھ سے برقع اور پرس پھسل کر گر پڑتے ہیں۔وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر تالی بجاتی ہے۔

..... ہاں آنکھ مچولی' پھر ہم نیچے جا کر سموسے اور آئس کریم کھائیں گے۔

..... اچھا..... تمہاری خاطر.....

..... تم کہیں جانا نہیں..... لو میں چلی۔

KitaabPoint.blogspot.com

عورت ماچس کی ڈبیا سے سلائی نکال کر جلاتی ہے۔

..... خدا حافظ۔

خشک پتوں پر عورت کے پیروں کی سرسراہٹ سنائی دیتی ہے جو کہ دیا سلائی کے شعلے کے ساتھ رفتہ رفتہ تاریکی میں دور ہوتی فیڈ ہو جاتی ہے۔

تم میری بیوی ہو تم میری ساتھی ہو تم میری جرات ہو اگر میں خود اندر نہیں گیا تو کیا ہوا تمہاری آنکھیں بھی تو میری ہیں۔

ابھی تک آئی نہیں!؟

مرد بے چینی سے سرنگ میں جھانکتا ہے۔

کیا ہے اندر کیسی جگہ ہے تم اب کہاں ہو جواب دو۔ کچھ ملا' بلا نظر آئی بولو خیریت سے تو ہو کوئی خزانہ جو کسی بھاگتے ہوئے شہنشاہ کی پیٹھ سے گر گیا ہو جواب دو..... تم کہاں ہو۔

سرنگ سے آتی کھانسی کو سن کر مرد کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سوکھے پتوں پر چھوٹے چھوٹے لڑکھڑاتے قدموں کی آواز اس کی طرف بڑھتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے دبی دبی کانسی میں سسکتے ہوئے سانس قریب آتے ہیں۔ دور سرنگ کے دوسرے سرے پر دیا سلائی کا شعلہ بجھتا ہے۔

..... تم ہی ہو نا..... ؟تم آ گئیں؟!

عورت سرنگ کی دہلیز پر پہنچ کر لڑکھڑاتی ہے۔ مرد بے صبری سے بڑھ کر فوراً اسے تھام لیتا ہے۔

..... تم؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

عورت بالکل عورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے ہونٹوں کی سرخی کو مکڑی کے جالے چاٹ رہے ہیں۔ چہرے پر صدیاں کا غبار ہے۔ آنکھوں سے تاریکی بہہ رہی ہے۔

..... بولو..... تمہیں کیا ہوا..... ؟

ننھے ننھے سانس۔

مرد زمین پر پڑے برقعے پر بیٹھ کر عورت کا سر اپنے زانو پر رکھتا ہے۔ عورت کے چہرے کو سیدھا کرتا ہے۔

..... جواب دو۔

KitaabPoint.blogspot.com

وہ جواب شاید سرنگ میں کہیں چھوڑ آئی ہے۔ مرد کے منہ سے سوال پھر مشین گن سے جھڑتی گولیاں ہیں۔

..... تم نے کیا دیکھا؟ زمین کی کوکھ میں کیا چھپا ہے۔ بچھو؟ سانپ؟ بلائیں؟ پنجر؟ انسانی ڈھانچے؟ تم کانپ رہی ہو۔ زرد ہو رہی ہو۔ کہیں بلا کے منہ کو باہر جانے کا راستہ سمجھ کر تم نے اس میں پیر تو نہیں ڈال دیا تھا؟ بھئی اس میں خائف ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو مذاق تھا۔ آؤ واپس چلیں۔ آبشار سے پھوٹتی دھنک کو قریب سے دیکھیں..... ارے..... ؟!

مرد کی نظریں اس کی چھاتیوں کے درمیان' ہک پر جا پڑتی ہیں۔

..... تمہارا لاکٹ کہاں گیا..... ؟ اندر ہی گرا آئیں؟

مرد بہت احتیاط سے عورت کا سر اٹھا کر زمین پر پڑے پرس پر رکھ دیتا ہے اور اس کے بے جان ہاتھوں سے ماچس لے لیتا ہے۔

..... بس ایک منٹ میں تمہارا لاکٹ لے آؤں۔

مرد دیا سلائی کو ماچس پر رگڑتا ہے۔ شعلہ ہوا میں پھڑکتا ہے۔ وہ عورت کی چھوٹی چھوٹی کھانسی' رکتے رکتے سانس' ہینڈوں' جھینگروں' مینڈکوں اور چمگادڑوں کی سمفنی کے حوالے کر کے سرنگ کی دہلیز پار کرتا ہے اور اپنے پیروں سے نکلتی' خشک پتوں کی سرسراہٹ سمیت دھیرے دھیرے دیا سلائی کی روشنی لئے سرنگ میں اتر کے سرنگ آشنا ہوتا ہے۔

اتوار کا دن

سورج گزرتے ہوئے دن کا آئینہ لے کر پیپل کی کوکھ سے طلوع ہوتا ہے۔ عورت اپنے گھر کی کھڑکی سے' احاطے میں پھیلتی پیپل کی شاخوں سے ابھرتے چڑیوں کے گیت سنتی ہے۔ اس کا ہاتھ چھاتیوں کے عین درمیان قمیض کو اس جگہ نوچتا ہے جہاں لاکٹ نہیں ہے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

کارڈیک دمہ

چھپا چھپا کارڈیک دمہ دندناتا گویا کہ لفظ و آواز کا تعلق ہی نرخرہ بریدہ خرمسیحا ہنہناہٹ بس ایک لمحہ فشار میں ہے۔ عجیب ضیق النفس کی صدرنگ پتیاں دھند خواب مطلع پہ کوندنے کو تڑپ ہی ہے۔

پرندے ان گنت پرندے آسمان کی تمام سمتوں سے امڈتے ہوئے سیاہ غبار کے بارڈروں پر اپنے پروں کے بند باندھنے کی کوشش میں غبار کی قوت اور رفتار کے سامنے خس و خاشاک طوفان ہے کہ امڈیا ہی چلا آتا ہے۔

پرندے ان گنت پرندے اپنی اپنی بولیوں میں صدائے احتجاج بلند کرنے کا تہیہ کرتے ہیں۔ سیاہ غبار میں اڑتی منوں کالی مٹی کے کروڑوں ذرات ان کی جھکی چونچوں سے داخل ہو کر ان کے پھیپھڑوں پر جم جاتے ہیں۔ ہر پل ان کا سانس اکھڑتا ہے۔ لفظ ہیں کہ ہر پل حلق میں آ کر پھول جاتے ہیں۔ پرندوں کے کانپتے دل خون کو پھیپھڑوں میں پمپ کرنے کی سعی میں اور بھی زور سے دھڑکتے ہیں۔ پھیپھڑے لہو کو آکسیجن مہیا کرنے کے بجائے اس میں مٹی کے ذرات گھول دیتے ہیں صدائے احتجاج خون اور مٹی کی دلدل میں پھنس جاتی ہے۔

پرندے بے دم ہو جاتے ہیں۔

ان میں سے ایک آدھ دو ڈھائی یا تین ساڑھے تین کی صدا کے خطرے سے آگاہ ہو کر مٹی کے طوفان میں کیموفلاج منفی اور مثبت بادل ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ رعد چمکتی ہے کڑکتی ہے اور بڑی تیزی سے بڑھ کر ان ایک آدھ دو ڈھائی یا تین ساڑھے تین پرندوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ باقیوں کا سینہ دھونکنی بن جاتا ہے اور وہ ضیق النفس اپنے سانس کی تلاش میں آسمان کی تمام سمتوں سے امڈتے ہوئے گرد و غبار کے طوفان کے عین وسط میں شفاف آسمان کے نقطے میں نقطہ ہو جاتے ہیں۔

وہ دروازوں کھڑکیوں گلیوں بازاروں میں چیختی چنگھاڑتی گرد آلود تیز و تند ہوا کے وار اپنے سینے پر سہتا پھڑ پھڑاتے لباس کو تھامتا ہانپتا آنکھوں کی جھریوں سے بصد مشکل دیکھتا بازار کا موڑ مڑتا ہے۔

پلک جھپکتے میں ہلکا پیلا ہلکا نارنجی ہلکا سرخ ہلکا آسمانی رنگ فریب نظر نہیں رہتا۔ پرانی بوسیدہ تریڑی ہوئی عمارات نئی سیمنٹڈ لینٹر کی چھتوں والی بلڈنگوں کو لشکاتی بجلی صحراؤں ویران جنگلوں بستیوں شہروں رستے بستے راستوں پر دندناتی ہوا اور ہر دروازے پر

KitaabPoint.blogspot.com

کھڑکی ہر روزن ہر جگہ ہر لمحہ ہر سانس سے چمٹنے والے کالی مٹی کے کروڑوں ذرات کی صورت کنکریٹ حقیقت بن جاتا ہے۔

عین اس وقت جب تاریکی پھیلتی ہے۔ بجلی کے لاتعداد تار ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ بھک بھک دھائیں دھائیں' شعلوں کی روشنی' چنگھاڑ کی آرزو لئے تاروں کے دہانوں میں غرق ہوتی ہے۔ سارا علاقہ' سارا شہر' ساری کائنات' سب کچھ تاریکی میں ڈوب جاتا ہے۔

لشکتی کڑکتی بجلی کا شور' مٹی کے ذروں کی سازش' طوفان کے کاندھوں پر سوار' ایک ہاتھ نرخرے کے منہ پر رکھتی ہے' دوسرے ہاتھ سے دل سے اٹھ کر بڑی شریان میں موجزن لہو کو روکتی ہے۔

سانس سانس سانس

دل سمٹ کر اس کے ہاتھ کے ساتھ زور سے ٹکراتا ہے' پھیلتا ہے' قوت سمیٹتا ہے پھر ہاتھ سے ٹکراتا ہے۔

سانس سانس

پھیلتا ہے' پھیلتا ہے' پوری قوت سے ٹکراتا ہے۔

ہاتھ لمحہ بھر کے لئے شریان کے منہ سے سرکتا ہے' لہو بڑھتا ہے۔

ہاتھ لمحہ بھر کے لئے نرخرے کے منہ سے سرکتا ہے' ہوا اترتی ہے' مٹی کے ذروں کی سازش' سانس کی نالیوں سے لوری کی صورت ابھرتی ہے۔

سوجا راج دلارے سوجا

موڑ مڑتے ہی اس کی مندی آنکھوں کی جھریاں اور بھی چھوٹی ہو جاتی ہیں وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا' ہوا کے سامنے سینہ سپر ایک ہاتھ دل پر رکھتا ہے۔ دوسرے ہاتھ سے آنکھوں میں رڑکتی مٹی کو سہلاتا ہے' بڑھتا ہے۔

ضیق النفس' سانس کی نالیوں سے ذرات کی لوری

سوجا راج دلارے

..... کیا مصیبت ہے۔ طوفان ختم ہوتا ہے نہ غبار چھٹتا ہے' سانس آتا ہے نہ موت آتی ہے۔

سامنے سے آتا ہوا کوئی شخص اس سے ٹکراتا ہے۔ دونوں اپنی آنکھوں سے ہاتھ اٹھا کر گرد و غبار کی چادر کے پار ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... معاف کرنا بھائی۔

آنکھوں کی رڑک اور سانس کی پھانسی کو سہلاتے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

تمام گلیوں' بازاروں' سڑکوں' شاہراہوں پر لوگ اپنے اپنے سانس کی تلاش میں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور معاف کرنا بھائی کہہ کر پھر سے بھٹکنے لگتے ہیں۔

ڈاکٹروں نے اس سے کہہ دیا ہے اسے کسی قسم کی گردے الرجی نہیں بلکہ اس کا دل پھیل رہا ہے' جس سے وہ چلتا رہتا ہے۔

وہ چلتا جا رہا ہے۔ راستہ لمبا ہے۔ اسے کوئی سواری نہیں ملتی۔ رکشا' تانگہ' ٹیکسی' سب اسے بٹھانے سے انکاری ہیں۔ پیدل چلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ وہ ہر قدم پر اپنا سانس سمیٹتا ہے۔ اس کا دل بے بس ہوتے ہوئے بھی اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے۔ وہاں پہاڑیوں کے پیچھے' چھپی ہوئی وادی میں نصب اس بڑے پنڈال میں لوگ اس کے منتظر ہیں۔ یہ سب اس کے کہنے پر وہاں جمع ہوئے ہیں۔ اسے ان لوگوں سے چند باتیں کرنا ہیں۔ چند پیغام دینا ہیں۔ راستے میں اڑتی دھول' ایگزاسٹ پائپوں سے نکلتے پٹرول کاروں کے بخارات' ڈیزل بسوں کا نکلتا دھواں۔

سانس کیسے سمیٹا جائے۔

خیال لفظوں کی ماں' لفظ آواز کی کوکھ میں تڑپتے ہیں کہ سانس پر گرد' بخارات دھوئیں کا پہرہ ہے۔

وہ ہانپتا کانپتا پنڈال میں پہنچتا ہے۔ لوگوں پر سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ وہ مائیکروفون کے سامنے آتا ہے۔ سب ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔ وہ پھولے ہوئے سانس کو قابو میں لانا چاہتا ہے۔ اس کا دل سرخ سرخ خون پھیپھڑوں کو پہنچانے میں پوری قوت صرف کر دیتا ہے لیکن اس کا دل پھیل رہا ہے۔ چند باتیں چند پیغام اس کے دل میں پڑے اتنے وزنی ہو جاتے ہیں کہ دل پھیلنے لگتا ہے زبان پیاسی رہ جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سرخ سرخ دھبے ناچنے لگتے ہیں۔ اس کی نظریں ان دھبوں کو یکجا کرنے کی کوشش میں ان دھبوں کے ساتھ ناچنے لگتی ہیں۔ لوگ آواز آواز کا شور مچاتے ہیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا یہ سرخ دھبے جو اس کی آنکھوں میں رقصاں ہیں' ان لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتے۔ لوگ آواز آواز کا شور مچائے جاتے ہیں۔ ان سرخ سرخ دھبوں کو زبان چاہئے زبان کے لئے آواز چاہئے اور آواز کے لئے سانس جس پر گرد اور دھوئیں کا پہرہ ہے۔ وہ بولنے کے لئے منہ کھولتا ہے۔ پہرہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ سانس اور ڈوب جاتا ہے۔ وہ ایک لفظ تک نہیں کہہ پاتا۔ وہ اپنی آنکھوں میں رقصاں سرخ دھبوں کو مجتمع کرنے کی کوشش میں ہانپتا لرزتا ہے بے دم' میز کا سہارا لے کر بیٹھ جاتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگرچہ طوفان کا زور تھم جاتا ہے لیکن لوگ ابھی تک راستوں پر دھونکیاں بنے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔

..... معاف کرنا بھائی۔

وہ لوگوں سے ٹکراتا' گرتا پڑتا اپنے تنفس میں الجھتا اپنے گھر تک پہنچتا ہے۔ بند دروازے پر ہاتھ رکھ کر ٹیک لگاتا ہے اور دروازے کے ساتھ سرکتا ہوا دہلیز کے آگے سیڑھی پر بیٹھ جاتا ہے۔ گھر کے دروازے میں تالا پڑا ہے جس کا چھید اسے نظر آئے تو وہ چابی لگائے' داخل ہو' لیکن گھر میں بھی تو وہی گرد آلود تاریکی یا تاریکی میں گچ غبار معلق ہوگا۔ اس لمحے' اس سے وہ گھر کی سیڑھی پر بیٹھا دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر ٹوٹتے ہوئے سانسوں کی کڑیاں ویلڈ کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ کالی مٹی کی زبان سے ابھرتی' تیز و تند ہوا کی چیخیں رفتہ رفتہ مدھم پڑنے لگتی ہیں۔

اس کے کانوں میں چیخوں کی آواز آتی ہے۔

..... نہیں خدا کے لئے نہیں مجھے چھوڑ دو..... مجھے چھوڑ دو۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔

طوفان آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں لیکن یہ کیسی آندھی ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔

شور' رفتار' تیزی' ہوا لوگوں کے شہروں میں لوگوں کی گلیوں میں' لوگوں کے مکانوں میں' لوگوں کے جسموں میں دم سادھ کے گھات لگائے بیٹھی ہے۔ ساری کائنات میں مٹی کے ذرات معلق ہیں۔ چپ چاپ خاموش ایک دوسرے کو تھامے خلا میں معلق۔

چیخ' اکھڑے ہوئے سانسوں کو تھامے پھیپھڑوں کی نالیوں کے لیبرنتھ میں راہ ٹٹولتی ہے۔

..... میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں پاؤں پڑتی ہوں۔

دیو قامت قوی ہیکل جوان بازو پھیلائے ہاتھ بڑھائے الف ننگا اس کی طرف بڑھتا ہے۔ وہ لرزتی' اپنے تار تار لباس سے تن ڈھانپنے کی سعی کرتی کونے میں سمٹی ہے۔

گنے چنے چند علاقوں میں برقی رو واپس آجاتی ہے۔ لیکن گرد کے ذرات میں جکڑی' روشنی وہیں محصور ہو جاتی ہے۔

دیو قامت' قوی ہیکل جوان اپنی آنکھوں سے سانپ کی نظروں کا وار کرتا ہے۔ آگے بڑھتا ہے۔ لڑکی کا سارا جسم پسینے میں نہا جاتا ہے۔ اس کی گول گول دودھیا چھاتیوں پر ناخنوں کے زخموں سے رستا لہو اس کے پسینے میں گھلتا ہے اور اس کے پیٹ سے بہتا ہوا رانوں کے درمیان جذب ہو جاتا ہے۔ دیو قامت' قوی ہیکل جوان ایک ہی جست میں اس لڑکی کو فرش پر گرا کر اس کے ہاتھوں میں

KitaabPoint.blogspot.com

ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ ایک ران پر گھٹنا ٹیک کر اسے فرش پر مصلوب کر دیتا ہے۔ لڑکی ہوا کے لئے تڑپتی' لفظوں کو جنم دینے کے لئے سانس کی کھوج میں لہولہان ہو جاتی ہے۔

وہ گھر سے باہر سیڑھی پر بیٹھا دروازے کے ساتھ سرکتا سیڑھی پر دراز ہو جاتا ہے۔ لڑکی کی چیخوں کی بازگشت اس کے جسم کے ریشے ریشے میں تڑپتی ہے۔ سانس لینے کی جدوجہد میں اس کارواں رواں تشنج میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

..... یہ غبار چھٹتا کیوں نہیں۔ یہاں روشنی کیوں نہیں ہوتی۔

اس کے ہاتھ کی گرفت' اپنی جیب میں چابی پر اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ وہ اندر جا کر آرام سے بستر پر لیٹتا ہے۔ سانس جمے تو اٹھے' روشنی ہو تو دروازہ کھولے۔ وہ اسی تشنج میں گرفتار' کالی مٹی کے ذروں کی سازش کو سانس کی نالیوں سے لوری کی صورت سنتا ہے۔

سو جا راج دلارے سو جا

وہ پوری قوت سے آنکھیں کھول دیتا ہے۔ مٹی کی کرچیاں آنکھوں کو چھیدتی ہیں۔

میرے سینے پر منوں بوجھ ہے۔ میں کروٹ لینا چاہتا ہوں' ہل نہیں سکتا۔ ہاتھ اٹھانا چاہتا ہوں' ہلا نہیں سکتا۔ پکارنا چاہتا ہوں' پکار نہیں سکتا۔ میرے پھیپھڑے بوجھ تلے پھیلنے سے معذور ہیں۔ میں پوری قوت سے چلاتا ہوں' لیکن خیال لفظوں کی ماں' آواز کی کوکھ سے جنم لینے کی آرزو میں تڑپتے ہیں کہ وہ پرندے جو آسمان کی تمام سمتوں سے امڈتے کالی مٹی کے غبار کے عین وسط میں' شفاف آسمان کے نقطے میں نقطہ بنے تھے' ابھی تک سانس کی نوید لے کر نہیں آئے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

کیکر

اس نے گدھے کی پیٹھ سے بالٹیاں اٹھا کر پوری قوت سے پانی بہایا۔

..... یہ بھی لو۔ یہ بھی لو۔

سفید دھول کا غبار اٹھا اور پانی پر جم گیا۔ اس نے اپنے جسم پر آیا ہوا سارا پسینہ دونوں ہاتھوں سے نچوڑ کر زمین پر ٹپکایا اور گدھے کو ہینکا تا انجیر کے درخت کے تلے آ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

زمین کی زبان پر پھر کانٹے اگ آئے ہیں سارا پانی بھاپ بن کر آسمان پر چلا گیا ہے ابھی بادل آئیں گے کب بادل آئیں گے کہ چاول بوؤں۔

گدھا زبان نکالے ہانپ رہا تھا۔

..... میں تم ہوں اور تم میں ہوں۔

اس نے گدھے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرگوشی کی۔ گدھے نے زبان منہ میں ڈال کر بڑی سنجیدگی سے منہ موڑ لیا وہ جھینپ گیا۔ خفت کو مٹانے کے لئے ہنسنے لگا۔ دھیمی دھیمی ہنسی رفتہ رفتہ دیوانہ وار قہقہوں میں ڈھل گئی۔

وہ اٹھا..... ہاہا۔

کوئی جواب نہیں..... ہاہاہاہا۔

مشرق مغرب شمال جنوب ہاہاہاہا کوئی نہیں یہاں جو میری ہنسی سن کر انگلی اٹھائے وہ وہ گھر وہ گھروندا وہ گلی سائیں سائیں دور دور صرف کیکر کے درخت ہیں جو میری آواز سن کر جھومتے ہیں اور دھوپ زدہ آسمان پر انگلی اٹھاتے ہیں۔

شکریہ

اس کی آنکھیں کیکروں کی سبزی چوس کے پھر گدھے پر آ گئیں۔ وہ اس سے ہی طرح منہ موڑے کھڑا تھا۔ اسے گدھے پر غصہ آ گیا۔ اس نے اس کے پیٹ پر دو چار مکے رسید کئے اور اس سے ردعمل کی امید میں اسے دیکھا۔ وہ خاموشی سے سر جھکا کھڑا رہا۔

گدھا ہاہاہا۔

KitaabPoint.blogspot.com

گدھے نے منہ اٹھا کر آنکھیں جھپکیں۔ اس کو دھوپ میں کھڑا دیکھ کر یک لخت اسے بڑا ترس آیا اور اسے رسی سے کھینچتا' انجیر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

درخت کے نیچے بھی دھوپ اس کی چھاؤں کہاں گئی ہوں ں ں ں اس پر کتنے پتے باقی رہ گئے ہیں سورج کو انجیر کی خشک بانہیں کاٹ رہی تھیں۔

ایک پتہ نہیں کہاں ہے ایک دو تین چار ارے یہ درخت تو۔

اس کی آنکھوں میں تیز روشنی کے اندھیرے چھا گئے۔

ہرا بھرا ہے ابھی تو کافی پتے ہیں اتنے کہ درخت کے نیچے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

اس نے اپنی آنکھیں' ملیں' کھولیں' ناچتے ہوئے تارے افق پر جا کر ٹوٹ بہے۔ چمکتی لکیر چھوڑ گئے۔

ہوں دریا آ آ آ آ مکی جوار باجرہ میں چاول کیسے بوؤں کہ سونا کاٹوں دریا آ آ آ

اس نے آہ کو فوراً گلے میں دبا دیا۔

میں آہ کو حلق سے نکلنے نہیں دوں گا کہیں وہ لوگ سن نہ لیں میں ہارا نہیں کیکر کے درخت سبز ہیں ان کی جڑیں دور دور زمین کی کوکھ تک اتر گئی ہیں کہ یہ سرسبز ہیں میں بھی وہاں ہوں ایک دن ہماری جڑیں زمین کی چھاتیوں سے دودھ گیڑیں گی لیکن کب کب ان لوگوں کو یہاں سے بھاگے صدیاں بیت گئی ہیں اور میرا جسم شل ہو گیا ہے۔ میں آہ نہیں بھروں گا۔ کہیں وہ سن نہ لیں وہ بڈھا نہ سن لے جس نے کہا تھا کہ میں معتوب ہوں مجرم ہوں اور یہ میری سزا ہے کہ ساری عمر اس قید میں رہوں۔ میں آہ نہیں بھروں گا کہ یہ راستہ میں نے خود پسند کیا ہے' دریا سے یہاں تک یہاں سے دریا تک یہ اسیری میں نے خود چنی ہے اور میں بہت خوش ہوں یہ آہ نہیں نکلنی چاہئے۔

اس نے ہاتھ منہ پر رکھ کے چور آنکھوں سے سامنے دیکھا۔ گرم ہوا گھروندوں کے کھلے دروازوں کو کھٹکھٹائی تھی۔ منڈیروں سے گرم خاک اڑاتی تھی۔

اب وہ بڈھا کمبخت کیا سنے گا اب وہ تمام سیاہ بخت کیا سنیں گے جنہوں نے اس فضا پر اپنے کان بند کر دیئے ہیں فرار ہو گئے سالے ویرانوں میں بھٹکتے ہوں گے ہریالی ہو گی کہ پرائے پیروں کو ڈستی ہو گی کہ وہ اپنی خاک کو روند کر آئے ہیں صرف میں ہوں کیکر کے درخت یا تم میں ہوں۔

..... سنتے ہو۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں ہوں۔

KitaabPoint.blogspot.com

اس نے گدھے سے کہا' گدھے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دانت نکالے۔ ڈھینچوں کا ارادہ کیا۔ پھر ملتوی کر کے ہوا میں منہ مارنے لگا۔

..... کہ نہیں ہوں؟

اس نے گدھے کی چپ سے خفا ہو کر پلٹ کر خالی گھروندوں کو دیکھا۔ پوچھا۔ سفید مٹی سے بگولے جنم لیتے تھے۔ اڑتے ہوئے آتے تھے اور ان گھروندوں کی دہلیزوں پر دم توڑ دیتے تھے۔ یک لخت گدھے نے منہ اٹھا کر ایک لمبی ڈھینچوں کی۔..... چپ کرو گدھے۔ میں نے سوال کیا ہے۔

میں نے کس سے پوچھا ہے۔

اس کی نظریں گدھے کی چیخ پر سوار ہو کر آسمان پر پہنچ گئیں۔ چلچلاتی دھوپ نیلاہٹوں میں سلگتی تھی اور زمین پر سفیدی اگلتی تھی۔

میں ہوں کہ میری آنکھوں میں کائنات کا کوئی رنگ نہیں' زمین آسمان ہے آسمان زمین رنگ کی غیر موجودگی سفیدی ہے سیاہی ہے اور زمین پر سفید داغ ہے

سفیدی ملی مٹی میں اگی خاردار جھاڑیوں سے گرم ہوا الجھتی تھی اور بگولا بن کر آسمان کو اٹھتی تھی۔

میں ہوں کہ زمین اور آسمان کے درمیان ستون ہوں نہیں ہوں کہ چلتا ہوا خالی گھروندوں کی دہلیزوں پر دم توڑتا ہوں کہ پھر جنم لیتا ہوں اور آسمان کو اٹھتا ہوں کتنا خوبصورت چکر ہے سب بکواس ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں میری آنکھوں میں تو کیکر کے درختوں کی سبزی ہے اور میں اس لئے ہوں اور ان سے جنگ کرتا ہوں میرے جسم پر زبانوں کے زخم ہیں۔

..... یار یہ کہیں.....

اس نے اچانک گدھے سے کچھ کہنا چاہا۔ گدھا اسی طرح منہ موڑے کھڑا تھا۔ اس نے گدھے سے مایوس ہو کر اپنے مکان کی طرف دیکھا۔ دائیں دیوار کے سامنے کچھ رقبے میں سبزیاں اگی تھیں اور اس سرسبز رقبے کے وسط میں اس کے باپ اور ماں کی قبریں تھیں' اس کے زندہ رہنے کی وجوہ۔

ابا کہیں تمہارے وجود کا عرق تو نہیں سفید سفید جو گہرائی سے سطح پر آیا ہے ماں یہ کہیں تیری چھاتیوں کا دودھ تو نہیں جو منوں مٹی تلے سے ابل کر دھرتی کے سینے پر پھول بنا ہے۔

..... یہ دھرتی سوتیلی ماں ہے۔ ہمارے لئے اس کی چھاتیوں میں دودھ نہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

سب نے زمین پر سفید سفید داغوں کا سیلاب آتے دیکھ کر کہا تھا۔

..... نہیں، نہیں۔

اس نے انہیں یقین دلایا تھا۔

..... اس کی چھاتیوں کو کوڑھ ہو گیا ہے۔

..... تمہاری ماں پھر ماں ہے۔

..... ہم نے تمہارے کہنے پر اتنے دکھ سہے ہیں۔

..... اب ہم یہاں زندہ نہیں رہ سکتے۔

..... ہم اس پر تھوکتے ہیں۔

..... تم ماں کے جنے نہیں۔

وہ ان کے پیروں میں تھوک کر غصے میں کانپتا' اپنی کوٹھڑی میں آیا تھا اور کھڑکی سے تھوڑے سے رقبے میں کھڑی فصل میں اپنے ماں باپ کی قبروں کو دیکھنے لگا تھا۔

کیوں ماں کہیں یہ تیری چھاتیوں کا

اس کی نظریں قبروں سے پھسل کر سفیدی پر تیرتی افق پر جا پہنچیں۔

دریا..... آ.....

اسے دریا کے پانی سے نہلائیں۔ اس نے سوچا تھا۔ یہ کوڑھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بارش کا انتظار کرو۔ رحمت کا انتظار کرو۔

اس کی نظریں دریا کی لکیر سے اٹھیں' آسمان قوس بنا کر حد نگاہ پر محیط ہو گیا۔

آسمان یہ آسمان یہ آسمان الٹا لٹکا کنواں ہے جب کبھی کبھی ہنستا ہے تو اس کی تھوکوں کی چھینٹوں میں مکی مکی جوار باجرہ باجرہ چاول کیسے بوؤں کہ سونا اتاروں

..... چاول کیسے بوئیں کہ سونا اتاریں۔ ہم سب مقروض ہیں' مجھے اتنا دینا ہے' اتنا دینا ہے۔

ایک ایک کر کے سب نے کہا تھا۔ پانی کا ایک قطرہ نہیں اور چند روز میں زمین کی سفیدی ہمارا کفن ہو گی۔

..... سنو..... سب میری بات سنو۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... ہاں بھئی ماں کے جنے کہو۔

..... دریا اونچائی سے اترتا ہے۔ چلو نالی لگا کر پانی یہاں لے آتے ہیں۔

وہ سارے ہنستے تھے۔

..... نالی! احمق یہ کوڑھ اندر سے آیا ہے۔

پاگل ای اوئے پاگل ای اوئے۔

..... اس کے پانی میں شفا ہے۔

پاگل ای اوئے' پاگل ای اوئے' ہنستے ہنستے ماں کی کوکھ کو ٹھوکر مار کے پہلے ایک گیا تھا۔ پھر دوسرا۔

..... غدار' بھگوڑو..... تم ذرا سی بات پر قطع تعلق کرنے پر تلے ہو۔

اس نے گدھے کو بل میں جوتا تھا اور پاگلوں کی طرح زمین پر لکیریں کھودنے لگا تھا۔

سنو۔ میری بات سنو!

ہاں بھئی ماں کے جنے' اب کیا کہتے ہوں۔

..... یوں کرتے ہیں کہ یہاں انجن لگا کر اس بس کو نکال پھینکیں۔

..... پاگل ای اوئے' ہمارا بال بال گروی پڑا ہے۔ ہم خود بک گئے ہیں۔ اتنی رقم کہاں سے لائیں گے۔

..... ہنہ' انجن لگائیں گے ماں کے یار۔

..... میں شہر جاتا ہوں' مجھے یقین ہے۔

وہ سارے ہنسے تھے..... اگر ہماری آواز ان کانوں تک پہنچ سکتی تو ہم یہ داغ ابھرنے ہی نہ دیتے۔

پاگل ای اوئے۔ ہنستے ہنستے ماں کی کوکھ پر ٹھوکر مار کے ایک اور گیا تھا۔ پھر ایک اور' باقیوں کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے تھے۔ اس نے ساتھ والے گھر میں پناہ ڈھونڈنا چاہی تھی۔ وہاں بھی لشکتا ہوا لونگ ماند پڑ گیا تھا اور لونگ والی سر جھکا کے باہر صحن میں بکری کے بچے کو سینے سے لگا کر پھسک پھسک کر رونے لگی تھی۔

..... اب ہم بھی چلے جائیں گے..... اس نے بکری کے بچے کی پیٹھ سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

ہمارے مویشی مر رہے ہیں۔ ہمیں بچے پالنا ہیں۔ بیٹیوں کا بیاہ کرنا ہے۔ اس زمین پر بانجھ بادلوں کا سایہ ہے اور اس زمین کا

KitaabPoint.blogspot.com

سایہ ہماری چھاتیوں پر۔ایڑیاں مارتے مارتے ہماری ایڑیاں چھل گئی ہیں۔چشمے کہاں ہیں؟

چشمے کہاں ہیں کہ سفیدی سبز ہو سبزی سرخ ہو کنواریوں کے گالوں میں لالی اترے لونگ والی اپنے لونگ پر گھونگھٹ کاڑھے جو کہ اس کی ماں کی ماں پھر اس کی ماں کی ماں نے جو کہ پہلی ناک سے اس کی ناک تک پہنچا ہے۔

..... شہر سے کب آئیں گے وہ لوگ۔

اس کے شہر سے لوٹنے پر لڑکی ہر روز اس سے پوچھتی تھی۔

..... پھر وہ آخری مرتبہ اس سے پوچھنے آئی تھی۔اس کے بابا نے کہا تھا کہ آئندہ اگر وہ اس خود سر ضدی اور بے ادب سے ملے گی تو وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہیں پھینک جائے گا۔

..... دو ایک دن میں۔

بڈھے نے کہا تھا کہ اس نے ان سب کو فریب میں رکھا ہے سبز باغ دکھائے ہیں دن کو سپنے دیکھنے والا مجرم ہے گردن زدنی کے قابل

..... تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے۔

مجرم سے راہ رسم رکھنے والا بھی مجرم ہے اگر تم اس سے پھر ملیں تو تمہاری لاش اس سفید آگ میں جلتی رہے گی۔

..... ہاں مجھے یقین ہے۔

اور کوئی گدھ بھی نہیں ہوگا جو تمہیں اس اذیت سے نجات دلائے۔

..... اگر تمہیں یقین ہے تو پھر مجھے بھی یقین ہے۔

لڑکی نے اطمینان کا سانس لیا تھا اور دبے پاؤں چلتی اپنے گھر کی کھڑکی میں غائب ہو گئی تھی۔

اس نے کھڑکی سے نظریں چھڑا کر کنکھیوں سے گدھے کو دیکھا۔گدھے نے دانت نکال دیئے۔وہ اس کی استہزائیہ مسکراہٹ دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا۔

نہیں میں اس کے بارے میں تو نہیں سوچ رہا تھا بخدا میں اپنے وعدے پر قائم ہوں میں نے اتنا عرصہ کبھی اس کے بارے میں سوچا ہے اچھا نہیں تو نہ مانو۔

اس کی نگاہیں پھر سامنے اٹھ گئیں۔بگولے دہلیز کو پار کر کے کال کوٹھڑیوں میں جاتے تھے اور اندھیروں سے گلے ملتے تھے۔

ایک دن وہ آئے تھے اور اس نے سوچا تھا کہ اب میری گردن بگولوں اور اندھیروں کی گرفت سے آزاد ہو گی' بچے کھچے باسیوں

KitaabPoint.blogspot.com

نے دیکھا تھا۔ دونوں بابو انگریزی میں باتیں کرتے ہنستے ہوئے اس کے گھر سے نکلے تھے اور پیٹ میں سوکھے شلغموں کی گڑگڑ کو دبا کر اس کے گدھے پر سوار ہو گئے تھے۔ علاقے کے دورے سے لوٹ کر انہوں نے اپنی خالی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر منہ ٹیڑھا کر کے کہا تھا۔

..... سوری۔ یہاں پیسہ اور وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

انہیں جاتا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آگ بھر گئی تھی۔ اس کا جسم سنسنا اٹھا تھا۔ اس کا جی چاہا تھا کہ وہ ان بابوؤں کو سفید زمین میں گاڑ کر سہا گہ پھیر دے لیکن انہیں وہ صرف دیکھتا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے کانوں میں دھک دھک کی جگہ قہقہے ابھرنے لگے تھے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تھا' لوگ چیخ چیخ کر ہنس رہے تھے۔

پاگل ای اوئے' پاگل ای اوئے۔

قہقہے بڑھتے بڑھتے پھیل گئے۔ کھڑکی کھٹاک سے بند ہوئی۔ دو بیابانوں سے بگولوں کا قافلہ آ رہا تھا۔ لوگوں کی ہنسی اور تیز اور تیز۔

پاگل ای اوئے' پاگل ای اوئے۔ انہوں نے بچے کھچے مویشیوں پر سامان لادا تھا۔ ہنستے ہنستے سب نے کوکھ پر لات ماری تھی اور قدم بڑھا دیئے تھے۔

انجیر کے تنے سے ٹیک لگا کر روہانسا کھڑا وہ خاموشی سے اپنے ہاتھ میں انجیر کے پتے کو سہلا تا رہا تھا۔ سب سے آخر میں وہ اپنے بابا کے ساتھ نکلی تھی۔ اس نے ہوا کا گھونٹ بھرا تھا۔ دونوں باپ بیٹی نے کچھ عرصہ ایک دوسرے سے کھسر پھسر کی تھی اور اس کے پاس آئے تھے۔

..... اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ و اور چلو۔

لونگ والی اسے دیکھے جا رہی تھی۔

وہ چپ تھا۔

..... میرے تمہارے باپ کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔

میرے اپنی ماں کے ساتھ زیادہ گہرے تعلقات ہیں

..... یہ تھوڑا سا رقبہ تمہارا کب تک ساتھ دے گا۔

اس نے کیاریوں کی طرف دیکھا تھا۔

KitaabPoint.blogspot.com

جب تک میں ہوں۔

..... چلو ہم دریا کے پار چلیں۔

دریا کے پار بھول کا رستہ ہے جو گئے کھو گئے۔

..... میں نے تمہارے باپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کروں گا۔

لڑکی نے پلکیں نہیں جھپکی تھیں۔اس کی آنکھوں میں اژدھے کی آنکھیں تھیں۔

اس کے ہاتھ میں انجیر کا پتا بری طرح مسلا گیا تھا۔

..... چلو۔

میرا دوسرا قدم خلا میں پڑے گا۔

..... بولو تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

..... میں نہیں جاؤں گا۔

اس نے اپنے آپ کو اژدھے کی آنکھوں سے چھڑا لیا تھا۔لڑکی کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

بڈھے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

..... تم اس ویرانے میں زندہ نہیں رہ سکو گے۔وہ دیکھتے ہو سامنے۔

ٹنڈ منڈ درختوں پر گدھ سر نیوڑھائے بیٹھے تھے۔

..... میں نے اپنے لئے یہ فیصلہ خود کیا ہے۔کیوں کہ مجھ میں زندہ رہنے کی خواہش ہے۔تم لوگوں میں سکت نہیں' اس لئے بھاگ رہے ہو'وہ دیکھتے ہو سامنے کیکر کے درخت کیسے ہرے بھرے ہیں جو ہر روز ایک سوت بڑھتے ہیں۔

بڈھے نے احمقوں کی طرح کیکروں کو دیکھا تھا۔

..... ان کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ اتھاہ سے رس پیتی ہیں۔تم نے فرار کا راستہ خود چنا ہے۔تم اس جگہ کو ترک کر کے کہیں جگہ نہیں پاؤ گے۔بھٹکتے رہو گے کہ تمہاری یہی سزا ہے۔

..... بکواس بند کرو۔

بڈھا چیخا تھا اور ٹنڈ منڈ درختوں پر گدھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... ہم تمہیں ترک کرتے ہیں کہ تمہارے نصیبوں میں یہی لکھا ہے۔

..... جو بھی کہو..... یہ میری اپنی خواہش ہے۔

..... تمہاری وابستگی یہی سزا ہے۔

اس نے اپنی لڑکی کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

..... یہ سیاہ بخت ہے۔

لڑکی نے اپنی بجھتی لونگ پر سفید چادر کا پلو گرایا تھا اور چلی گئی تھی اور رینگتی لکیر کی آخری کڑی بن گئی تھی۔ ٹنڈ منڈ درختوں پر سارے گدھوں نے اپنے پر پھڑ پھڑائے تھے اور لکیر کے ساتھ ساتھ ہو لئے تھے۔

..... میں سیاہ بخت ہوں۔

رینگتی لکیر کو فاصلہ نگل گیا تھا۔ وہ مسکرایا تھا۔ اس نے کیکر کے پتوں کی ساری سبزی آنکھوں میں سمیٹی تھی اور زمین پر لوٹنے لگا تھا۔ جب اس کے ایک ایک مسام میں سفیدی سی رچ گئی تھی تو اس نے عزم کے ساتھ گدھے پر بالٹیاں لادی تھیں اور اس کی تھوتھنی کو چوما تھا۔

ہم سیاہ بخت ہیں میری جان کہ ہم نے یہ راستہ خود چنا ہے۔

اور اسے بڑی محبت سے ہانکتا' دریا کو روانہ ہوا تھا۔

اس نے کھڑکی میں اندھیرے اور بگولوں سے آنکھیں چھڑا کر زمین کو دیکھا۔

ہوں پھر زبان خشک ہے۔

اس نے اٹھتے ہوئے گدھے کو ہانکا۔

آؤ پھر دریا کو چلیں کہ پانی بھاپ بن کے آسمان پر چلا گیا ہے آؤ کہ ہم اس دائمی عمل کا حصہ ہیں یہی ہمارا انعام ہے' یہی ہماری سزا ہے کہ یہ ہمارا اپنا فیصلہ ہے کہ ہم زندہ رہیں گے ہماری کشمکش ہماری خواہشوں کا تسلسل ہے۔

اس نے گدھے پر بالٹیاں لادیں اور مضبوط قدم اٹھاتا ہوا دریا کو چل دیا۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

کونپل

بھرے بھرے چہرے پر جابرانہ انداز میں کھنچی آنکھیں' بھنچے ہونٹ' سیاہ نکٹائی کی امریکی گروہ میں پھنسی دوہری گردن' سیاہ کوٹ کی دائیں طرف' سینے کی جیب میں ریشمی رومال جس کا سرخ رنگ وقت کے ساتھ ساتھ فیڈ ہوتا اب پیازی سا معلوم ہوتا ہے۔ داخلی دروازے کے سامنے دیوار پر کیل سے لٹکی اس پورٹریٹ کے فریم کے دائیں کونے پر چھپکلی کا داہنا پاؤں پڑتا ہے۔ تصویر لحہ بھر کے لئے لرزتی ہے۔ کوٹ کے کالر کے کاج پر ایک سنہری پتنگا بیٹھا ہے جو بلب کی روشنی میں بالکل کسی تمغے کی طرح لشکتا ہے۔ چھپکلی اس کی گھات میں وہیں جم جاتی ہے۔

دیوار' چھپکلی' پورٹریٹ' اس علاقے کا انچارج میز پر جھکا' بے ضابطے کی کارروائی سرکاری سیاہی چوس پر سرکاری سیاہی سے تحریر کرتا ہے۔ سیاہی چوس پر پہلے ہی سے بنے چند اور کیڑے مکوڑوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کی گردن اور بھی تن جاتی ہے۔ اسے وہاں کھڑے جانے کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔ اسے ہلنے تک کی اجازت نہیں' اس کے بالکل پیچھے ایک قدم ہٹ کے دو سیاہ پوش دائیں بائیں بید لئے کھڑے ہیں۔ جب بھی وہ تھک کر اپنا پورا بوجھ دونوں میں سے کسی ایک ٹانگ پر ڈالنا چاہتا ہے' ان دونوں کے ہاتھوں میں پکڑے بید زناٹے سے ہوا کو چیرتے ہیں۔ اس کی مضبوط پنڈلیوں پر پڑ کے اچھلتے ہیں' جبڑوں کے تمام پٹھے تن جاتے ہیں' نظریں سامنے کوٹھڑی کے دروازے کی سلاخوں سے پار' تاریکی کو چیر کے کھڑکی کے راستے راہ پاتی ہیں۔

..... میں ابھی لوٹ آؤں گا۔

وہ اپنے بچے کو سینے سے ہٹا کر بیوی کی طرف دیکھتا ہے۔ بیوی گم سم اسے دیکھتی ہے' بچہ بھاگ کر صحن میں چلا جاتا ہے۔

..... تم نے کیا جرم کیا پتر؟

اس کی ماں کے سفید بال صحن سے آتی ہوئی سرد ہوا سے کانپتے ہیں۔

..... ہمارے خاندان میں آج تک کوئی..... تم نے کیا کیا ہے؟

بیوی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں' بچہ سردی سے بے پروا بے حد خوش چوکڑیاں بھرتا صحن سے واپس آتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... ابا' ابا' وہ' وہ۔

بچہ باہر کی طرف اشارہ کرتا ہے' اسے بتاتا ہے کہ جو بیج اس نے اپنے بیٹے کو بونے کے لئے دیا تھا اس کی کونپل پھوٹ پڑی ہے۔ کچے صحن کے عین وسط میں چھوٹے سے دائرے کی صورت چنے کنکروں کے درمیان گوڈی شدہ زمین میں ایک ننھی منی کونپل منوں مٹی کو اپنی تیز کٹاری نوک سے چیر کے ابھری ہے۔

..... ہاں بیٹے وہ' اس میں ایسے ایسے موہنے لہکتے سرخ سرخ پھول فانوسوں کی صورت میں کھلیں گے۔ وہ بچے کو پھر سینے سے لگا کر بھینچتا ہے' الگ کرتا ہے' بیوی کو بھرپور نظروں سے دیکھ کر ماں کو یقین دلاتا ہے۔

..... ماں میں نے کوئی جرم نہیں کیا' جانے مجھے کیوں بلانے آئے ہیں' ابھی لوٹ آؤں گا۔

..... باہر سردی ہے بیٹے' سوئٹر پہن لو۔

بچہ چارپائی پر کھڑا ہے۔ بیوی کا ہاتھ اسے روکنے کے لئے اٹھتا ہے۔ دروازے کا سہارا لے کر ماں کا دل سستولی میں رکتا ہے۔ وہ ان سب کو تا بلو میں چھوڑ کر تیزی سے قدم اٹھاتا باہر سڑک پر آ جاتا ہے۔ دو سیاہ پوش عملاً اسے اٹھا کر جیپ میں پھینک دیتے ہیں۔ جیپ چل پڑتی ہے۔ آگے ڈرائیور کے ساتھ انچارج بیٹھا ہے۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے چار سیاہ پوشوں نے اپنے گھٹنوں کے درمیان رائفلوں کو جیپ کے فرش پر کھڑا کر کے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام رکھا ہے۔ وہ ان کے درمیان پھنسا بیٹھا اس قدر وی آئی پی ٹریٹ منٹ پر حیران • ہوتا ہے۔ جیپ تیزی سے شاہراہوں پر' گہری ہوتی ہوئی شام کی سیاہی پھیلاتی بھاگنے لگتی ہے آسمان پر پھیلتے تاریک بادل ونڈ سکرین کے فریم میں مہیب صورتوں میں اٹھتے ہیں۔ اسے فوراً خیال آتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو بتا کر کیوں نہیں آیا کہ تند ہوا اور تیز بارش اس کی کونپل کے لئے قاتل ہیں۔ جب تک یہ کونپل درخت نہیں بن جاتی اور اس پر موہنے مہکتے' سرخ سرخ پھول فانوسوں کی صورت میں نہیں جھولتے تب تک.....

مجھے اس کو بتا کر آنا چاہئے تھا۔

اس کی نظریں کوٹھڑی سے پلٹتی ہیں۔ پورٹریٹ کے دائیں کونے پر چھپکلی کا داہنا پاؤں اسی طرح جما ہے۔ آنکھیں پتنگے پر گڑی ہیں۔ چھپکلی کی دم کا آخری سرا دیوار پر ایک ملی میٹر سرکتا ہے۔ پورٹریٹ میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ دیوار کی کیل پر تنی رسی' جس سے یہ پورٹریٹ لٹکی ہے' ذرا سی تنتی ہے' کیل پر محیط رسی کے نچلے زنگ آلود' بوسیدہ حصے کے چند تاگے ٹوٹتے ہیں۔

انچارج اپنی کلائی گھما کر وقت دیکھتا ہے' سردی کو دونوں ہاتھوں میں رگڑتا ہے' دروازے کی جانب دیکھتا ہے۔ ایک کونے سے

KitaabPoint.blogspot.com

مبہم سی آواز آتی ہے۔

وہیں اسی جگہ کھڑے کھڑے اس کی آنکھیں خود بخود کونے کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ اس کا لہو اس کے جسم میں رک جاتا ہے۔ آنکھیں وہیں گڑ جاتی ہیں' پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ اس کونے میں بنچ پر بیٹھی اس کی ماں اور بیوی اس کو تکے جاتی ہے۔ وہ کچھ کہنے کے لئے منہ کھولتا ہے' ساتھ ہی اس کا قدم ان کی جانب بڑھنے کے لئے اٹھتا ہے۔ شاڑ' شاڑ' بید ہوا کو چیرتے اس کے جسم پر برستے ہیں' وہ پھر وہیں جم جاتا ہے' اسے ملنے کی اجازت نہیں۔

..... انہیں یہاں کون لایا ہے۔

اسے کوئی جواب نہیں دیتا۔ انچارج اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے کا ارادہ کرتا ہے پھر چہرے پر کوئی تاثر لائے بغیر پورٹریٹ کو دیکھنے لگتا ہے۔

پورٹریٹ مزید دو سوت نیچے سرک چکی ہے' پتنگا کوٹ کے کاج پر اسی طرح جما بیٹھا ہے۔ چھپکلی کے دونوں اگلے پیر اب فریم کو پار کر چکے ہیں۔ اس کا بایاں پچھلا پیر فریم کے کونے کے قریب ہے۔ دائیں ٹانگ دم کی سیدھ میں کھنچی ہے۔

..... بچے کو اکیلا ہی چھوڑ آئی ہیں۔

وہ بیدوں کے پے بہ پے وار سہتا' بنچ پر بیٹھی عورتوں سے تشویش بھرے لہجے میں پوچھتا ہے۔

..... اس کے پاس ماسی کو چھوڑ.....

..... میں نے کہا تھا کہ بولو گی نہیں۔ اگر اب تم میں سے کوئی بھی بولا اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔

انچارج کی نظریں پتنگے کے پروں کا سونا چاٹنے کی خواہش میں' پلٹ کر بڑی بیدردی سے کاٹتی ہیں' ماں' بیوی سہم جاتی ہیں۔

..... یہ بڑی زیادتی..... ان شریف عورتوں کو یہاں کیوں.....

..... شریف عورتیں؟

انچارج کے گلے میں قہقہوں کا جھاگ ابلتا ہے۔ وہ چاروں اور ماں بہنوں کی گالیاں تھوکنے لگتا ہے۔

..... تمہاری ماں بہن شریف عورتیں؟

اس کے بدن کے لہو میں طوفان آ جاتا ہے۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ وہ بڑھ کر انچارج کو.....

لیکن دونوں سیاہ پوش اسے شکنجے میں جکڑ لیتے ہیں۔ تیسرا ایک نیم روشن کونے سے برآمد ہوتا ہے' دونوں ہاتھوں سے اس کی قمیض

KitaabPoint.blogspot.com

کو گریبان سے پکڑ کر پھاڑ دیتا ہے۔ پھٹی قمیض سے اس کے صحت مند تندرست سینے پر سردی کی سنسناہٹ پھیلتی ہے' اس کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

انچارج سر سے اشارہ کرتا ہے۔

تیسرا سیاہ پوش اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچتا ہے باقی دونوں اسے دھکیلتے ہیں۔ ماں بیوی اسے دیکھتی ہیں پر چپ ہیں۔ تینوں سیاہ پوش اسے کمرے کی واحد کھڑکی کے پاس لاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کی قمیض کے رہے سہے چیتھڑے بھی اتار پھینکتا ہے۔ کھڑکی سے آتی تیز سرد ہوا اس کے جسم کے مساموں میں داخل ہو کر سر اٹھاتی ہے۔ وہ جسم سے اٹھتی کپکپی کو جسم میں دبا دیتا ہے۔ کھڑکی کی چوکھٹ پر دونوں ہتھیلیاں جما کر سینہ پھلاتا ہے۔ لمبا سانس بھرتا ہے۔ اب آسمان پر بادل پوری طرح جم چکے ہیں۔ مدھم مدھم کومل سرمئی سی روشنی جو تاریک سے تاریک رات میں بھی کہیں سے آ جاتی ہے' کڑکتی کوندتی برق کے سامنے ہر لحہ غائب ہوتی ہے۔ ان لمحوں کے بیچ کے لمحے میں پھر آسمان کی وسعتوں میں پھیل جاتی ہے۔ اس درمیانی لمحے کو وہ اپنے سارے وجود میں سمیٹ کر مسکراتا ہے' پلٹتا ہے۔ نظروں ہی نظروں میں ماں اور بیوی کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔

..... آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں؟

وہ بے صبری سے پلٹ کر سوال کرتا ہے۔

..... آپ مجھے جانے دیں گے یا نہیں۔ میرا بچہ گھر میں تنہا ہے۔

ایک سیاہ پوش ہاتھ میں پلاس لئے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ یکا یک اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر پینترا بدلتا ہے۔ اس کا بازو اپنی بغل میں لے کر سختی سے دبا لیتا ہے۔ باقی سیاہ پوش اس کی طرف جھپٹتے ہیں۔ اسے زمین پر گرا کر اپنے قابو میں لے لیتے ہیں۔ پلاس والا اس کی شہادت کی انگلی کا ناخن پلاس کے دانتوں میں دبا کر آہستہ آہستہ کھینچتا ہے' کھینچتا ہے' حتی کہ ناخن جڑ سے اکھڑنے لگتا ہے۔ درد کی تمام حسیات سمٹ کر اس کے ناخنوں میں آ جاتی ہیں۔ اس کے اندر کا ایک ایک خلیہ تناؤ میں جھنجھنا اٹھتا ہے' لیکن وہ اپنے چہرے پر اذیت کا کوئی تاثر نہیں آنے دیتا' انچارج غور سے اس کے چہرے کو دیکھتا ہے۔

وہ خود دل ہی دل میں حیران ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے کبھی جسمانی اذیت سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ اب یہ کیسی شناسائی ہے کہ اذیت اجنبی محسوس نہیں ہوتی۔ شاید جسم اور دماغ کے ہم آہنگ ہونے پر دونوں حقیقتیں' دونوں اذیتیں ایک ہو جاتی ہیں۔ انچارج سیاہ پوش سے پلاس چھین کر دیوانہ وار اس کا ہر ناخن کھینچتا ہے' کھینچتا ہے۔ اس کے ناخنوں کے کناروں پر خون کی لکیریں ابھر کے محیط ہو جاتی

KitaabPoint.blogspot.com

ہیں۔ انچارج تھک کر لرز جاتا ہے۔ پلاس تان کر اس کے پیٹ پر مارتا ہے' گالیاں دیتا ہوا سیاہ پوشوں کے ساتھ کانفرنس کرنے کے لئے پرے ہٹ جاتا ہے۔ ماں بہن کی گالیاں سن کر ماں' بیوی کے سر اور بھی جھک جاتے ہیں۔

وہ اپنے اذیت رسانوں کو مصروف دیکھ کر یکدم کروٹ بدلتا ہے۔ فرش پر پنجوں اور ہتھیلیوں کے بل چپکے سے چلتا ہے ماں اور بیوی کے قدموں میں جا پہنچتا ہے۔

..... بچہ تو محفوظ ہے نا؟ بوڑھی ماسی اس کا کیا خیال.....

ماں اور بیوی اسے ٹکر ٹکر دیکھتی ہیں۔ وہ کولہوں کے سہارے بیٹھ کر جلدی سے اپنے ہاتھ بغلوں میں داب لیتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں چلتے پانی کی لکیر دوڑ جاتی ہے۔

..... بچہ تو محفوظ.....

عین اسی وقت آسمان سے بارش کے پہلے قطرے کا فائر ہوتا ہے۔ بارش مشین گنوں سے چلتی گولیوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بچہ اپنے لحاف کو ذرا سا اٹھا کر دوسری چارپائی کی اور دیکھتا ہے۔ بہتر سال کی بوڑھی ماسی لحاف میں دبکی نیند میں غائب غلا ہے۔ بچہ بہت محتاط' چارپائی کی چرچراہٹ کو دھیرے دھیرے اپنے بس میں کرتا ہے۔ دبے پاؤں چل کر دیوار سے لگا اسٹول اٹھاتا ہے۔ بند دروازے کے سامنے رکھ اس پر چڑھتا ہے۔ آہستہ آہستہ کنڈی کھولتا ہے۔ دوسری چارپائی پر قبر سی بنی لحاف کی نیند میں غائب غلا بہتر سال کی ماسی کو دیکھتا ہے۔ کنڈی کھول کر وہ جلدی سے نیچے اتر کر اسٹول کو پھر دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہے۔ دروازے کا ایک پٹ کھول کر باہر جھانکتا ہے۔ دیواروں سے اچھلتی بوچھاڑ اس پر پڑتی ہے۔ ٹھنڈی یخ بستہ ہوا اس کی ناک کی پھننگ سے ٹکراتی ہے۔ بچہ بڑی مشکل سے چھینک کو دباتا ہے۔ اسے صحن میں کونپل نظر نہیں آتی۔ اس کا دل زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تیز بارش کا پردہ ہے۔ کارپوریشن کے کھمبے پر جلتے بلب کی روشنی نے بارش کی چادر پر پھیل کر اسے اندھا شیشہ بنا دیتا ہے۔ بچے کی جسم میں سردی کی سنسنی پھیل جاتی ہے۔ اس کو چھینک آ ہی جاتی ہے۔ دوسرے بستر پر بنی قبر میں جنبش ہوتی ہے۔ بچہ روہانسا ہو کر فوراً اپنے بستر میں دبک جاتا ہے۔ لحاف کی اوٹ سے ماسی کو دیکھتا ہے۔ ماسی پھر اپنی نیند میں قائم ہو چکی ہے۔

بچے کا دل مسلسل دھڑکے جاتا ہے' جانے باہر تیز بارش تند ہوا میں اس کے نئے نویلے بوٹے کا کیا حال ہوگا۔ اگر اس بوٹے کو کچھ ہو گیا تو؟ اس سے رہا نہیں جاتا۔ وہ بے چینی میں اٹھ کر اپنی تمام حرکات دہراتا ہے۔ دروازے میں کھڑا ہو کر اندھے شیشے سے پار دیکھنے کی سعی کرتا ہے۔ دیواروں سے ٹوٹتی پھوار اسے شرابور کر دیتی ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

اب ہوا کا رخ کھڑکی کی طرف ہیں۔ جہاں اسے پھر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ تیز ہوا اس کے جسم پر بارس کی چاند ماری کرتی ہے۔ لمحہ بھر کے لئے اس کے جسم کے انچ انچ کو کٹے ہوئے بلیڈ چھید تے ہیں۔ پھر جلد ہی اس کے جسم اور دماغ کی حقیقتیں ایک ہو جاتی ہیں۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنے سن جسم پر بلیڈوں کے وار سہتا ہے۔

ماں اور بیوی میں اسے دیکھنے کی تاب نہیں۔ ان دونوں کی نظریں پورٹریٹ پر گڑی ہیں۔ ان کے چہروں پر نفرت اور حقارت' غم و غصے کے تاثرات ہیں۔ چھپکلی پوری کی پوری پورٹریٹ کے فریم کے شیشے پر آ چکی ہے۔ سنہری پتنگا کاج پر تمغہ نہیں رہا۔ رفتہ رفتہ چلتا ہوا سر کے اس حصے پر آ کے رک گیا جہاں سے بال چھدرے ہوتے ہوتے ماتھے میں ڈھل جاتے ہیں۔ چھپکلی کا زاویہ بدل جاتا ہے۔ وہ اگلا دایاں پاؤں بڑھائے پچھلی بائیں ٹانگ دم کی سیدھ میں تان کر گھات لگا لیتی ہے۔ کیل کے اوپر بوسیدہ زنگ آلود رسی کے چند اور تاگے ٹوٹ جاتے ہیں' پورٹریٹ چار سو ت کشش ثقل کی طرف کھسکتی ہے۔

اذیت خانے کا داخلی دروازہ کھٹکے سے کھلتا ہے۔ انچارج اور تمام سیاہ پوش اٹن شن ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی کھڑکی سے پلٹ کر دیکھتا ہے۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک شخص برساتی اوڑھے کار سے اتر کر دو سیاہ پوشوں کی معیت میں داخل ہوتا ہے۔ برساتی اتار کے ایک سیاہ پوش کو تھما دیتا ہے۔ کوٹ کی جیب سے پائپ نکال کر منہ میں دباتا ہے۔ اس کے سامنے چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو کر گیس لائیٹر سے پائپ سلگاتا ہے۔ دھوئیں کے چھوٹے چھوٹے بادل اس کے منہ سے نکلتے ہی کھڑکی سے آتی ہوئی ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں۔

کونے سے رونے کی دبی دبی آواز آتی ہے۔ اس کی بیوی اپنے رومال کو منہ میں ٹھونسے' تھک ہار کے' چھلکتے صبر کے پیمانے کو چھلکنے سے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ پائپ والا منہ سے پائپ نکال کر اس کی جانب دیکھتا ہے۔

..... گڈ.....

انچارج بڑے فخر سے اپنی کارگزاری سناتا ہے۔ پائپ والے کا چہرہ مطمئن ہے۔ وہ پائپ والے کی طرف لپکتا ہے۔ وہ سیاہ پوش فوراً بڑھ کر اسے پکڑ لیتے ہیں۔

..... میرا جرم..... میرا جرم؟ یہ لوگ۔

انچارج کی تیز زبان اسے کاٹتی ہے۔ ماں بہن کی گالیاں' ماں بیوی کے سرزمین پر جھکے اٹھ نہیں پاتے۔ انچارج کے اشارے پر ایک سیاہ پوش کونے میں پڑے کڑوے تیل کے کنستر میں ڈوبا کوڑا نکالتا ہے۔ دو بڑھ کر اسے گھسیٹ کے تاریک کوٹھڑی کے جنگلے کے ساتھ اس کی کلائیاں اور پیر باندھ دیتے ہیں' کچھ اس انداز میں جیسے یسوع مسیح کو سولی پر باندھا گیا تھا۔

KitaabPoint.blogspot.com

سیاہ پوش کوڑے سے زائد تیل نچوڑ کر پائپ والے کو اجازت طلب نظروں سے دیکھتا ہے۔ پائپ والا منہ میں پائپ رکھ کر کش لیتا ہے۔ سیاہ پوش کوڑا لہراتا ہے۔

پہلا وار۔

اس کے ذانت اور آنکھیں بھینچ جاتے ہیں۔ پشت کے ریشے لحہ بھر کے لئے سن ہو کر تڑپتے ہیں۔ وار کے بعد اس کا منہ کھلتا ہے۔ آنکھیں جنگلے کے باہر کوٹھڑی کے اندھیرے میں شعلے پھینکتی ہیں۔

دوسرا وار' تیسرا چوتھا۔

اب اس کی پیٹھ کے پٹھوں کے تمام ریشے مسلسل تناؤ میں ہیں۔ اس کی آنکھیں مسلسل بھینچی ہیں' جن کے سامنے مرکز سے سرخ نقطہ ابھرتا ہے' افق سے افق تک تنتا ہی چلا جاتا ہے۔ چیخیں ہر وار پر اس کے گلے میں آ کے اٹک جاتی ہیں۔ پائپ والا حیران ہے کہ اتنی اذیت کے باوجود یہ چیختا کیوں نہیں۔ اس کی ماں اور بیوی اس منظر کی تاب نہ لا کر بینچ پر بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے کے کاندھے پر سر رکھ کے آنکھیں میچ لیتی ہیں۔ ماں' دوسرے ہاتھ سے اپنی گرم چادر کے دامن میں اپنی بہو کے سر کو بھی چھپا لیتی ہے۔

کوڑے مارنے والا ہانپ کر بیٹھ جاتا ہے۔

اس کے پٹھوں کا تناؤ ختم ہو جاتا ہے۔ آنکھیں کھلتی ہیں۔ وہ جس طرف دیکھتا ہے اس کی آنکھوں کے مرکز سے ابھرتا سرخ نقطہ تاریکی کو روشن کرتا افق سے افق تک پھیلتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ تھکاوٹ سے چور' جنگلے سے بندھا' لٹک جاتا ہے۔

پورٹریٹ تین سوت اور نیچے لٹک گئی ہے۔ دو ایک تاگوں کے سوا رسی کے زنگ آلود حصے سے تمام تاگے ٹوٹ گئے ہیں۔ پورٹریٹ کے ماتھے پر چھپکلی اور پنکھے کے درمیان تین انچ کا فاصلہ رہ گیا ہے۔

ایک سیاہ پوش بڑھ کر اس کی کلائیوں اور ٹخنوں سے رسیاں کھولتا ہے۔ وہ بے جان فرش پر ڈھیر ہو جاتا ہے۔ انچارج اپنے فل بوٹ کی نوک اس کی پیٹھ سے لگا کر زور سے دھکیلتا ہے۔

پائپ والا پلٹ کر سٹول پر پڑی دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی پر' جو اس عرصے میں ان میں سے ایک لا کے رکھ گیا ہے' اپنے ہاتھ سینکتا ہے۔ انچارج میز سے کاغذات اٹھا کر اس کے سامنے کرتا ہے۔ پائپ والا پائپ کے چھوٹے چھوٹے کش لیتا' کاغذات کا سرسری مطالعہ کرتا ہے۔ انچارج کو شاباش دیتا ہے۔ انچارج سلیوٹ کرتا ہے۔ اس کا جی بار بار سلیوٹ کرنے کو چاہتا ہے' لیکن اس خیال سے کہ صاحب برا نہ مان جائے' ایک ہی سلیوٹ پر اکتفا کرتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... یہ لوگ مجھے بلاوجہ گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔

پائپ والا مڑ کر دیکھتا ہے۔ وہ فرش پر گھسٹتا اس کے قریب آتا ہے۔ چند قدم پرے رک کر ہانپنے لگتا ہے۔ انچارج اور سیاہ پوش اس کی طرف لپکتے ہیں۔ پائپ والے کے ہاتھ کے اشارے سے رک جاتے ہیں۔

..... بہت ڈھیٹ ہے۔

انچارج کے لہجے میں خفت ہے' پائپ والا خاموشی سے فرش کو دیکھتا ہے..... آپ..... آپ..... پڑھے لکھے ہیں۔ افسر تو بعد میں بنے۔ مجھے یاد ہے طالب علمی کے زمانے میں آپ بھی.....

..... شٹ اپ' تم میرے بارے میں اتنا جانتے ہو!

پائپ والے کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ پیٹ کا سارا لعاب پل بھر کے لئے حلق میں پھنس جاتا ہے۔ پائپ کا کش لے کر وہ اس کیفیت سے نبرد آزما ہوتا ہے۔

فرش پر بیٹھے بیٹھے وہ دیوانہ وار قہقہے میں فرش پر جھک جاتا ہے۔ پائپ والے کا رنگ فق ہو جاتا ہے۔

..... خاموش۔

..... جی اچھا۔ بہت بہتر و بہت مناسب..... یہ بتایئے میں چور ہوں' بدمعاش' غنڈہ' جواری' زانی' شرابی' قاتل' ڈاکو یا سمگلر ہوں' جو مجھے یہاں لایا گیا ہے؟

پائپ والا اطمینان کا سانس لیتا ہے کہ بات اس کی ذات پر پھیلتی خود ہی سمٹ گئی ہے۔

..... یا میں اپنے وطن کے خلاف کسی سازش میں ملوث ہوں جو آپ مجھے اذیتیں دے کر سازش کی تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

انچارج ایک طرف کھڑا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگتا ہے کہ صاحب خواہ مخواہ سے بکے جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ وہ ابھی ایک سیکنڈ میں اس کی زبان بند کر سکتا ہے' لیکن پائپ والا اپنے ہر حکم کا جواز دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ جواز نہ بھی دے تو بھی اس شخص کو جو فرش پر بیٹھا اپنے آپ کو شریف اور معزز شہری ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے' کوئی فرق نہیں پڑتا۔

..... میری ماں' میری بیوی کی بے حرمتی.....

وہ تقریباً روہانسا ہو جاتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

..... تمہارا صرف ایک جرم ہے' تم کسان ہو' مزدور ہو' کلرک ہو' شاعر ہو خطرناک قسم کے بلڈی پوئٹ۔

..... میں بیک وقت یہ سب کچھ؟!

..... ایک عرصے سے تم یہ سب کچھ ہو۔ تمہاری فائل کہتی ہے۔ آج دوپہر تم نے یہ ثابت بھی کر دیا ہے۔

..... میں نے کچھ ثابت نہیں کرنا چاہا تھا۔

..... تو پھر تم ہجوم کے درمیان چبوترے پر کھڑے کیا بک رہے تھے؟

..... آواز کی آرزو میں' وہ خواہش' وہ خیال' وہ لفظ جنہیں میں نے اپنے سمیت اپنے وجود میں سمیٹ لیا تھا' آج ان کی نجات کا دن تھا اور میں ہجوم کے ساتھ مل کر اس حقیقت کا اعلان کر رہا تھا کہ ہم انسان ہیں' جانور نہیں' ہم آزاد ہیں' غلام نہیں۔

..... تم واقعی خطرناک شاعر ہو۔

..... میں یہاں ایک ہوں' اگر خواہشوں' خیالوں اور لفظوں کو آواز سے روشناس کرانا خطرناک ہے تو باہر سارا ہجوم' سارا شہر' سارا ملک' ساری کائنات خطرناک ہے۔ انہوں نے اپنے مقدر پر لگی جبر و استبداد کی مہریں توڑ ڈالی ہیں۔

پائپ والا بڑے اضطراب سے پائپ کو منہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جماتا ہے۔

..... آپ کی بدنصیبی ہے کہ آپ نے مہریں لگانے والی مشین کا پرزہ بننا پسند کیا۔

پائپ والا کچھ کہنا چاہتا ہے کہ وہ میز کا سہارا لے کر لڑکھڑاتا ہوا اٹھتا ہے۔ میز کے سہارے کھڑا ہو جاتا ہے۔

..... تم بہت بولتے ہو۔

پائپ والا جلدی سے پلکیں جھکا کر کہتا ہے۔ سر کے اشارے سے انچارج کو بلا کر اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ انچارج کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھتا ہے۔

دو سیاہ پوش اسے وہیں میز کے پاس فرش پر پھر سے گرا دیتے ہیں۔ دو اور ساتھ مل کر اسے پوری طرح اپنے شکنجے میں جکڑ لیتے ہیں۔ انچارج اس کے سینے پر چڑھ بیٹھتا ہے۔ اپنے مضبوط ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں کو اس کے جبڑوں کے دونوں طرف جما کر پوری قوت سے دباتا ہے۔ وہ مدافعت کرتا ہے' لیکن اسے منہ کھولنا ہی پڑتا ہے۔ پائپ والا ایک چھوٹا سا دہکتا ہوا انگارہ پیڈ کے کلپ میں انگیٹھی سے اٹھا کر اس کے قریب لاتا ہے۔ انگار کی حدت اور سرخی سے اس کی آنکھوں کو سکون پہنچتا ہے۔

..... تم واقعی بہت بکواسی ہو۔

KitaabPoint.blogspot.com

پائپ والا اس کے کھلے منہ کے راستے دہکتا انگارہ اس کی زبان پر رکھتا ہے۔ کونے میں گرم چادر کے نیچے ماں اور بیوی ایک دوسرے کو بھینچ لیتی ہیں۔ وہ سیاہ پوشوں کے شکنجے میں جکڑا تڑپتا ہے' چیختا ہے۔ ماں بیوی کانوں میں انگلیاں دے لیتی ہیں۔ پائپ والا انگارہ اٹھا کے پھر رکھتا ہے۔ حتی کہ اس کے منہ کے لعاب سے انگارہ بجھ جاتا ہے۔ پائپ والا کلپ سمیت انگارہ پرے پھینک کر بڑے اطمینان سے اٹھتا ہے' سوچتا ہے..... اب یہ سدا کے لئے گونگا ہو گیا۔

عین اسی وقت پورٹریٹ کی رسی کا ایک اور تاگا ٹوٹتا ہے۔ پورٹریٹ چند سوت اور کشش ثقل کی جانب سرکتی ہے۔ اب صرف ایک تاگا رہ گیا ہے۔ جس کے سہارے پورٹریٹ کیل پر ٹنگی ہے۔ چھپکلی' اگلا دائیاں پاؤں اٹھائے' ماتھے کے تمغے' سنہری پتنگے پر اب جھپٹا ہی چاہتی ہے۔ وہ فرش پر لیٹا اپنے جسم کے تشنج پر قابو پا کر حواس مجتمع کرتا ہے۔ اجتماع میں پھڑکتی جلی زبان سے ان تمام لفظوں کا سیلاب امڈ آتا ہے' جو آج دوپہر ہجوم کی آواز کے ساتھ ہم آہنگ ہوئے تھے۔ درد' اذیت اور غصے میں جلتی زبان سے لکنت میں ابھرتے الفاظ پائپ والے اور دیگر سیاہ پوشوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔

یہ سدا کے لئے گونگا ہو گیا۔ اپنی دانست میں ان بے معنی آوازوں کو سنتے ہوئے' پائپ والے اور اس کے حواریوں کے ہونٹ مسکراہٹ میں پھیلتے قہقہوں میں پھٹ پڑتے ہیں۔

قہقہے' کونے سے ابھرتی ماں اور بیوی کی سسکیاں' اس کی جلی ہوئی' لکناتی زبان سے دیوانہ وار نکلتے لفظ اور باہر کڑکتی بجلی' سرد سنسناتی ہوا پر تیز بارش کا متاثر۔

کارپوریشن لیمپ کی روشنی سے بنے' اندھے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے بچے کو یکدم ترکیب سوجھتی ہے۔ وہ دروازے سے ہٹ کر جلدی سے مڑتا ہے۔ پل بھر کے لئے دوسرے بستر پر تنفس سے ابھرتی ڈوبتی رضائی کی قبر کو دیکھتا ہے۔ اپنی چارپائی کے پاس آ کر جلدی جلدی جوتا پہنتا ہے' اپنی پوری قوت سے' اپنے بستر کا لحاف اٹھا کر اوڑھتا ہے۔ پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ صحن کے عین وسط میں پہنچ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس ننھی منی کونپل کو اپنے لحاف کے دامن میں لے لیتا ہے۔ جو منوں مٹی کو اپنی تیز کٹاری نوک سے چیر کے ابھری ہے اور درخت بننے پر جس کی شاخوں سے موہنے' مہکتے' سرخ سرخ پھول' فانوسوں کی صورت جھولیں گے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

واپسی، دیوجانس، روانگی

شیشم کے اس پیڑ سے دور، بہت دور، صدیاں بعد پہلی مرتبہ شہر کی سب سے بڑی شاہراہ کے پچھمی سرے پر شور بلند ہوتا ہے، جس کی آواز فی الحال اس پیڑ کے آس پاس نہیں پہنچتی۔ پیڑ کی شاخوں پر پھدکتے، چیختے، چلاتے پرندوں میں تھوڑے تھوڑے وقفے بعد اور پرندوں کا اضافہ مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

اب وہ پرندہ، دائیں ٹانگ کو خم دے کر اپنے ننھے ننھے نوکیلے پنجے زمین میں گاڑ کر ذرا سا دبا دیتا ہے، جس سے اس کی بائیں ٹانگ جو گھٹنے سے متورم ہے اور پیٹ جو سانس سمیٹ کر لحظہ بھر کے لئے ساکت ہو گیا ہے، زمین پر گھسٹ جاتے ہیں، جس سے وہ پیڑ کے تنے کی جانب ایک تہائی انچ اور بڑھ جاتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، چوٹ کھانے کے بعد وہ ساری ہمت سمیٹ کر اڑا تھا، اس جگہ آ کر اس نے پیڑ کی سب سے باہر والی شاخ پر بیٹھنے کی کوشش کی تھی، لیکن دو چار ہاتھ دور ہی بے بس ہو کر زمین پر گر پڑا تھا۔

بائیں پنجے کیے تیز نوکیلے ناخن، زمین کی کھردری سطح پر تین متوازی لکیریں کھینچ دیتے ہیں۔ ایک تہائی انچ سرکنے کے بعد ہانپتا اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اب اس کے بائیں بازو کے پر زمین پر پھیلے ہیں، دایاں بازو ٹوٹ کے پہلے جوڑ پر زاویہ معکوس بنا پیٹ کے ساتھ چپکا ہے، جس کے آخری سرے کے دو پر خاک میں اٹے زمین سے لگے ہیں، جن کے بن سامنے تین فٹ کے فاصلے پر ایک فلتھ ڈپو ہے، جس کے گول کناروں سے کوڑا کرکٹ ابلتا ابلتا اٹک گیا ہے۔ فلتھ ڈپو کے دروازے کے نچلا حصہ زمین سے چند انچ اونچا ہے، اس حصے سے اور ادھ کھلے دروازے کے باقی کے حصے سے بھی فلتھ ابلتا ابلتا ابل گیا ہے۔

شہر کی سب سے بڑی گزرگاہ کے پچھمی سرے سے دور، بہت دور کنارے سے ذرا ہٹ کر شیشم کا بہت بڑا پیڑ ہے، جس کی شاخوں پر ناچتے، پھدکتے، چیختے چلاتے، پرندوں کے نیچے، فلتھ ڈپو سے تعفن اٹھ اٹھ کر شہر کی فضا میں پھیلتا ہے، اس سے ساری فضا مکدر نہیں ہوتی، اس تعفن کی سمت ہوا کا رخ متعین کرتی ہے۔

پرندے کی چونچ کے رخ، جو زمین پر پڑی پڑی ذرا سی کھلتی ہے، ایک شخص فلتھ ڈپو کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ اس کی دائیں ٹانگ بالکل سوکھ چکی ہے، بائیں ٹانگ بالکل صحت مند ہے۔ اس کی ایک بیساکھی زمین پر پڑی ہے، جس کا سرا پرندے کی

KitaabPoint.blogspot.com

جانب ہے۔ دوسری بیساکھی اس کی گود میں ہے۔ وہ غور سے اپنی دائیں ٹانگ کو دیکھتا مسکراتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرارت کی چمک اتر آتی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں کے اندرونی کونے سکیڑ کر اپنے بائیں ہاتھ کے لمبے لمبے ناخنوں سے سوکھیا ماری ٹانگ کو کھجلاتا ہے۔ ٹانگ میں چھونے کی حس کو معدوم پا کر اس کے موٹے موٹے ہونٹ' گھنی ڈاڑھی مونچھوں کے درمیان وا ہو جاتے ہیں' میلے میلے دانت ہنسی میں کھل جاتے ہیں۔ وہ دن میں کئی بار اپنی سوکھی ٹانگ کو کھجلاتا ہے اور حسیات کو معدوم پا کر اسی طرح اپنے جسم کو لرزا دینے والی ہنسی میں پھٹ پڑتا ہے۔

زمین کو سہلاتے ہوئے اس کا ہاتھ نرم نرم شے سے ٹکراتا ہے' وہ اس شے کو اٹھا کر دیکھتا ہے۔ ایک کتا' غالباً کسی قصاب کی دکان سے نرم نرم گوشت کا ٹکڑا منہ میں اٹھائے وہاں آ جاتا ہے۔ اس ٹکڑے کو فلتھ ڈپو کے پاس زمین پر رکھ کر' ڈپو کی دیوار کو' جہاں وہ زمین میں پیوست ہوتی ہے' سونگھ کر اپنی پچھلی ٹانگ اٹھاتا ہے' پیشاب سے فارغ ہو کر مڑ کے اس جگہ دیکھتا ہے۔ اس کے حرصی دانت' اس کے موٹے موٹے ہونٹوں کو چیر کے گوشت میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ کتا' اس سے اپنا مال چھیننے کا ارادہ ترک کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ وہ گوشت کو ایک ہاتھ سے تھام کر' دوسرے ہاتھ سے' پھٹے ہوئے خاکی نیکر کے در سے خصیئے کھجلاتا ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے گوشت کے ٹکڑے کو تھام کر جلدی جلدی کاٹنے چبانے نگلنے لگ جاتا ہے۔

اس عمل کے دوران اس نظریں تین فٹ پرے زمین پر اس پرندے پر پڑتی ہیں۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ پرندہ اسے عجیب عجیب نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ آخری نوالہ نگل کر اپنی آنکھوں کو سکیڑ کر پھیلاتا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے بیساکھی کا بغل والا حصہ اٹھا کر' زمین والے حصے کو پرندے کے رخ زمین پر سرکاتا' پرندے کے پیٹ میں ہلکا سا کچوکا دیتا ہے۔ پرندہ یکدم صحت مند اور متورم ٹانگوں کے پنجے زمین میں گاڑ کر چونچ اٹھاتا ہے' پرے ہٹ جاتا ہے۔

اب پرندے کے دونوں بازو سمٹ گئے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے بازو کے جوڑ کا نچلا حصہ خون میں لتھڑا ہے' جس پر مٹی جم گئی ہے۔ چونچ کھولے پرندہ یوں لرزنے لگتا ہے جیسے چھیڑا ہوا تار۔ درد سے نجات پانے کے لئے پرندہ' چونچ اور بھی کھولتا ہے لیکن درد' اس کی اس خواہش کو پوٹے ہی میں دبا دیتا ہے۔

اس کے عین اوپر شیشم کے پیڑ میں ناچتے' پھدکتے' چیختے چلاتے پرندوں کی تعداد میں تھوڑے تھوڑے وقفے بعد مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ گھنے پتوں والے شیشم کے اس پیڑ سے دور بہت دور صدیاں بعد پہلی مرتبہ شہر کی سب سے بڑی شاہراہ کے پچھمی سرے پر جو شور بلند ہوا تھا' اب اچھلتا کودتا' پھدکتا پھلانگتا' چیختا چنگھاڑتا' موج در موج' موج در موج' شہر کی شہ رگ کے وسط میں آ کر

KitaabPoint.blogspot.com

دیواروں سے ٹکراتا ہے۔ کھلی دکانوں کے شیشے ٹوٹتے ہیں۔ دوسری کھلی دکانوں پر تالے پڑ جاتے ہیں۔ سیلاب ہے کہ پھولے ہوئے پیٹوں' ہڈیوں پر منڈھی چمڑیوں' فیکٹریوں کے تیل کی بو اور دھوئیں سے اٹے نرخروں اور دفتروں کی فائلوں کی خاک چاٹتی زبانوں سے یوں ابلا ہے کہ تمام دیواریں اس کے سامنے خس وخاشاک ہیں۔

موج در موج' موج در موج' شہر کی شہ رگ کے وسط میں بادمخالف کی دیواروں سے ٹکراؤ کی شوریدہ لہریں گھنے پتوں والے شیشم کے پیڑ میں لرزہ طاری کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو اپنے بائیں کان میں ڈال کر زور سے ہلاتا ہے' پھر منہ میں ہوا بھر کے حلق میں کھلتی کانوں کی ٹیوبوں میں دھکیلتا ہے۔ بایاں کان ٹک کی آواز سے کھلتا ہے' شیشم کے پیڑ سے اترتی' لرزتی لہریں اس کے کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں۔ بادمخالف کی دیواروں سے اس ہجوم کے ٹکراؤ سے پیدا شدہ لہریں اس کے بائیں کان کے پردے میں ارتعاش' مسلسل ارتعاش پیدا کر دیتی ہیں۔ کان کا پردہ بالکل اسی طرح لرزنے لگتا ہے جیسے اس سے تین فٹ کے فاصلے پر لیٹے پرندے کا پیٹ' جیسے چھیڑا ہوا تار۔

وہ اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں کان پر دبا کے زور سے ہلاتا ہے' ہٹاتا ہے' پرندے کا پیٹ مسلسل لرزتا رہتا ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پھر بیساکھی کو اٹھا کر زمین والے سرے سے اب ذرا زور سے کچوکا دیتا ہے۔ پرندہ اپنے پیٹ کے محور کے گرد مکمل گھوم کر پھر پہلے والی پوزیشن میں آ جاتا ہے۔ وہ شخص اپنی سوکھی ٹانگ پر ہاتھ مار مار کر ہنستا ہے۔ پرندہ اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو زمین میں جما کے پورے زور سے پر پھڑ پھڑاتا ہے' ٹوٹا ہوا پر لمحہ بھر کے لئے ہوا میں اٹھتا ہے اس شخص کی ہنسی گلے میں اٹک جاتی ہے۔ اس کا ہاتھ سوکھی ران پر جم جاتا ہے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے پرندہ کو زمین سے دو فٹ اوپر اڑ کر ایک قدم کے فاصلے پر جا کر پھر گرتا دیکھتا ہے۔ اس شخص کی آنکھوں کے لال لال ڈورے اس کی پتلیوں کی دائیں بائیں کھنچے ہیں' وہ زور زور سے آنکھیں جھپکاتا ہے' پرندے کو غور سے دیکھتا ہے۔

فلتھ ڈپو کے ادھ کھلے دروازے سے ایک پلا دم ہلاتا نکلتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا' آ کے اس شخص کی گود میں بیٹھ جاتا ہے اس کی سوکھی ران کو چاٹنے لگتا ہے۔ وہ شخص اپنے بائیں کان کی لرزش کو حلق میں دبانے کی کوشش کرتا ہے' پرندے کے پیٹ کی لرزش کو اپنے پپوٹوں میں سمیٹ کر آنکھیں موند لیتا ہے۔ فلتھ ڈپو کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر پلے کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگتا ہے۔ پلا مسلسل اس کی ران کو چاٹے جاتا ہے۔ پلے کی زبان اس کی ران کے اندرونی حصے کو چاٹتی جب اس کے چڈے تک پہنچتی ہے تو وہاں کے بڑھے ہوئے بالوں کو بدذائقہ پا کر اس کی گود سے چھلانگ لگا دیتا ہے۔ وہ جذبات سے ہماری' پلے کو فٹ پاتھ پر جاتا دیکھتا

KitaabPoint.blogspot.com

ہے' پھر پرندے کی جانب آنکھیں پلٹتا ہے۔

پرندے کی نگاہیں اب مسلسل پیڑ کی ٹہنیوں میں ناچتے پھدکتے سیٹیاں بجاتے ساتھیوں پر جمی ہیں۔ ان میں شامل ہونے کی خواہش اس کے پوٹے میں یوں کانپتی ہے جیسے انتہائی گرمی میں پیاسی زبان' شور کا سیلاب ہے کہ تھمتا ہی نہیں وہ شخص پھر اپنے بائیں کان کو سہلانے کی خواہش کو ترک کر کے اپنے دونوں کانوں کو شور کی لہروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ شور' ہجوم کے ہیولے' ننگے بچوں کے پھولے ہوئے پیٹ' چمڑہ منڈھی ہڈیاں' دفتروں میں فائلوں کی گرد چاٹتی زبانیں' فیکٹریوں کے تیل کی بو اور دھوئیں سے اٹے نرخرے اس کے کانوں' اس کی آنکھوں سے داخل ہو کر اس کے دماغ میں اودھم مچا دیتے ہیں۔ اس کے چہرے کا ایک ایک ریشہ تن جاتا ہے۔ آنکھیں بھینچ جاتی ہیں۔ وہ فلتھ ڈپو کی دیوار سے اپنا سر ٹکرانے لگتا ہے۔ اس کے نرخرے سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگتی ہیں' زبان گرد سے لکڑی ہو جاتی ہے' پھولے ہوئے پیٹ اس کے پیٹ میں اتر کے غبارے کی طرح پھولنے لگتے ہیں' پیٹ میں بڑھتے ہوئے خلا کا احساس اس کے سارے وجود پر محیط ہو جاتا ہے وہ بیٹھا بیٹھا فلتھ ڈپو کے دروازے کا ہینڈل تھام کر ہانپنے لگتا ہے۔

باد مخالف کی پہلی مدافعتی دیوار کو توڑ کر سیلاب اس دیوار کے کچروں کوٹھوکروں سے اچھالتا اب شیشم کے اس پیڑ کے قریب آ پہنچا ہے جس کے گھنے پتوں والی ٹہنیوں میں اچھلتے کودتے پرندوں کا شور رفتہ رفتہ نقطہ عروج کی طرف رواں دواں ہے۔ وہ درخت میں الجھی نظروں کو چھڑاتا ہے' کروٹ بدل کر لکڑی زبان' چھلے نرخرے' ابھرتے خلاؤں کے خلا' ان سب کو ایک ہاتھ سے اپنے پیٹ میں تھامتا فلتھ ڈپو کے دروازے کی اوٹ سے شور کے منبع کی جانب دیکھتا ہے۔ سڑک کے کنارے لاریاں' جیپیں' ایک طرف کو ہٹ کر آگ بجھانے والی ٹینکی کی لاری' لوہے کے خود' سنگینیں جن کی دیوار کے پار پھولے ہوئے پیٹ' لکڑی زبانیں' زخمی نرخرے اور ان سب کے سروں پر فضا میں لہراتے پوسٹروں' بینروں پر لکھے ہوئے لفظ جن سے منعکس دھوپ کی کرنوں کے صرف دو رنگ' قلم کی سیاہی' خون کی سرخی' جذبے کی حدت لئے' صرف ایک آواز' صرف ایک خیال جو صدیاں بعد حلق کی کال کوٹھڑی کی دیواروں کو توڑ کر اب باد مخالف کی دوسری مدافعتی دیوار سے ٹکرانے کو تیار ہے کہ الٹی گڑی میخوں والے فل بوٹ' جن کی نوکیں' صدیوں سے صحت مند سینوں کا لہو پیتی رہی ہیں' آج یہ سینے ان میخوں والے فل بوٹوں سے اپنا خون بہا چھینیں گے۔

یہ آواز' یہ لفظ یہ خیال یہ منظر اس کی آنکھوں میں ساکت ہو جاتا ہے۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ یک لخت اسے بڑی شدت سے بھوک لگتی ہے۔ اسے خود پر حیرت ہوتی ہے کہ پہلے کبھی یوں بھوک محسوس نہیں ہوئی تھی۔ غیر ارادی طور پر اس کی نظریں پرندے کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ اب پرندے نے ٹوٹا ہوا پر سمیٹ کر جسم کے ساتھ لگا لیا ہے۔ پچھلی ٹانگیں تن چکی ہیں' اس کی گردن اسی طرح فضا میں اٹھی ہے' اس کی نظریں ابھی تک درخت کی ٹہنیوں پر جمی ہیں۔ وہ پھر اس اور دیکھتا ہے جہاں سیلاب دیواروں سے

KitaabPoint.blogspot.com

ٹکرانے کے لئے اپنی قوت مجتمع کر رہا ہے۔اس کی بھوک کی شدت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔آنکھوں میں ساکت منظر' خیال' لفظ' آواز پر دوبارہ یہ ساکت منظر ثبت ہو کر اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔وہ جلدی سے فلتھ ڈپو کا دروازہ کھول کر اپنی سوکھی ٹانگ گھسیٹتا فلتھ ڈپو میں داخل ہو جاتا ہے اور فلتھ کو دونوں ہاتھوں سے بڑی تیزی کے ساتھ کھودنے لگتا ہے۔کوڑے کرکٹ کی تہوں میں گم شدہ کتابوں کے گلے سڑے اوراق' نیم ہضم شدہ لفظ اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے کھرچ کھرچ کر نکالتا ہے' سونگھتا ہے' دیکھتا چکھتا ہے پھر پھینک دیتا ہے کہ وہ ان کی بو' ان کی ہیئت ان کی لذت سے واقف ہے۔اس کی بھوک اب پیٹ سے نکل کر اس کے سارے وجود کو اپنے شکنجے میں لینے لگی ہے۔

اس کے اس عمل کے دوران' دیوار کے ساتھ سیلاب کے ٹکرانے کی آواز اس دھماکے سے بلند ہوتی ہے کہ وہ چونک اٹھتا ہے۔فلتھ کو وہیں چھوڑ کر جلدی جلدی رینگتا دروازے سے باہر نکل آتا ہے۔بیساکھیوں کو زمین پر ٹکا کر فوراً اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔اور جائے تصادم کی جانب دیکھتا ہے۔اس کے دیکھتے دیکھتے خود' سنگینیں' جیپیں اور آگ بجھانے والی ٹینکی کی لاری حرکت میں آ جاتی ہے۔اس کی نظریں شہر کی شہ رگ کے عین وسط میں پڑتی ہیں جہاں نوجوان بری طرح لاٹھیوں' بندوقوں کے دستوں سے پٹ رہے ہیں۔وہ نوجوان جوان کے بس میں نہیں آ پاتے' ان پر خشت باری کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس شخص کو بھوک یک دم سلب ہو جاتی ہے۔اس کا دل اس کے کانوں میں کچھ اس تال سے بجنے لگتا ہے کہ پہلے کبھی نہیں بجا تھا۔یک لخت سورج اور اس کے درمیان کوئی ٹھوس شے آ جاتی ہے۔وہ پلٹ کر کہنے ہی لگتا ہے کہ ہٹ جاؤ مجھے حدت ..... کہ یہ سایہ بنتا ہے اور ایک نوجوان سڑک کے کنارے سے پتھر اکھاڑنے کی غرض سے جھکتا نظر آتا ہے۔وہ ایک نظر پھر سڑک پر جاری تصادم کو دیکھتا ہے جہاں اسے لاٹھیوں سے زخمی ایک نوجوان کو اس کے ساتھی سہارا دے کر لے جاتے نظر آتے ہیں۔خشت باری اور لاٹھیوں' بندوقوں کے دستوں کے وار بڑی شدومد سے جاری ہیں۔وہ پلٹ کر پھر اس نوجوان کو دیکھتا ہے' جو سڑک کے کنارے سے پتھر اکھاڑنے کی کوشش میں مصروف ہے۔وہ شخص اپنے جسم کی ساری قوت کو سمیٹ کر اپنی ایک بیساکھی اس نوجوان کی طرف پھینک دیتا ہے۔نوجوان لپک کر بیساکھی کو اٹھا لیتا ہے اور بیساکھی والے کی طرف دیکھے بغیر بیساکھی کو ہوا میں لہراتا' بھاگتا' بادمخالف پر پل پڑتا ہے۔

تب شیشم کے گھنے پتوں والے پیڑ کے تنے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس شخص کی نظریں زمین پر اس جگہ اٹھ جاتی ہیں' جہاں اب وہ پرندہ نہیں ہے۔وہ درخت کی سب سے نچلی' باہر والی شاخ کی طرف دیکھتا ہے جہاں ایک ٹوٹے ہوئے پر والا پرندہ' اپنا ٹوٹا ہوا پر شاخ پر ٹکائے زخموں سے بے خبر' دوسرے پرندوں کی آواز سے ہم آہنگ سیٹیاں بجا رہا ہے۔

◆◆◆

KitaabPoint.blogspot.com

بچھو، غار، نقش

اگر بچھو دہکتی آگ کے دائرے میں محصور ہو جائے تو وہ خود کو ڈنک مار کے مر جاتا ہے۔

یہ بات غلط ثابت ہو چکی ہے۔

کونے میں دیوار کے ساتھ لگی مستطیل میز، جس کی سطح پر سفید صاف کاغذ پڑا ہے۔ اس میز کی پچھلی دائیں ٹانگ کے ساتھ ساتھ نظر کو اتارا جائے تو فرش پر اس کے پیروں سے ایک فٹ کے فاصلے پر ایک موری ہے جو غسل خانے میں کھلتی ہے، اس موری کے راستے غسل خانے کا پانی کمرے میں نہیں آتا۔ کبھی کبھی جب پانی کا بہاؤ تیز ہوتا ہے تو موری کی چھت کے عین نیچے چھوٹے سے گڑھے کے کناروں پر آ کے ذرا سا چھلک جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا، اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے، موری کی چھت کے نیچے چھوٹا سا جوہڑ بن گیا ہے، ایسے لگتا ہے جیسے کسی بڑے جوہڑ کو دوربین کے الٹے حصے سے دیکھا جائے۔ فرش کے ساتھ ساتھ چلتی ہوا کا دباؤ لمحہ بھر کے لئے بڑھتا ہے تو اس کھڑے پانی کی لرزتی سطح سے ایک آدھ مچھر اڑ کر موری کی دیوار پر بیٹھ جاتا ہے۔

غسل خانے اور کمرے کے درمیان اس سرنگ کی لمبائی آٹھ انچ ہے۔

کونے میں دیوار کے ساتھ لگی میز، جس پر پڑے سفید صاف کاغذ کی سطح پر نگاہ بڑھا کے دیوار تک لے جایا جائے تو اسی سطح پر میز سے دو انگل کی اونچائی پر ادھ ٹوٹے اندھے شیشوں والی بند کھڑکی کی دہلیز ہے جس میں انناس کا خالی ڈبہ ایسے رخ اوندھا پڑا ہے کہ سورج کی کرنیں، ادھ ٹوٹے اندھے شیشوں کی تیز دھار سے کٹنے کے باوجود اس ڈبے میں عمودی پڑتی ہیں۔

جہاں کھڑکی والی دیوار، جا کے چھت سے ملتی ہے، وہاں سے لے کر چھت کے نصف حصے تک کھڑکی ہی کی شکل میں روشنی کی چوکور ہے جس کی دیوار سے دور والی متوازی لکیر، دیوار کی طرف والی متوازی لکیر سے تین چوتھائی بڑی ہے۔ روشنی کی چوکور، کھڑکی کے ٹھوس حصوں کا یہ نیم تبدیل شدہ پرتو اتنا مکمل ہے کہ اس میں ادھ کٹے شیشوں کی تیز دھاریں بھی عیاں ہیں۔ روشنی کی اس چوکور میں باہر چلتے پھرتے لوگوں کے الٹے سائے ایک طرف سے بڑھتے ہیں، ادھ کٹے شیشوں کی تیز دھاروں اور کھڑکی کے چوکھٹوں کے خطوط میں الجھتے ہیں، دوسری طرف نکل جاتے ہیں، چھت پر ساکت کھڑکی کا تانا بانا، اس میں داخل ہوتے الجھتے، بچھڑتے سائے، باہر کھڑے پانی سے منعکس ہوتی کرنوں نے بنے ہیں۔

KitaabPoint.blogspot.com

بیک گراؤنڈ میں شہر کی آوازیں۔

فضا میں الجھتی بچھڑتی شہر کی آوازیں' چھت پر روشنی کے فریم میں آتے' الجھتے بچھڑتے لوگ' کھڑکی کی دہلیز میں اوندھا پڑا ڈبہ' میز پر سفید صاف کاغذ' میز کے پچھلے دائیں پیر سے ایک فٹ کے فاصلے پر آٹھ انچ لمبی سرنگ' جس کی سطح' فرش پر چلتی ہوا کا دباؤ بڑھنے سے لرزتی ہے' یہ سب' یہ سب ایک دوسرے سے نتھی' نظر کی اس اکائی میں گندھے ہیں' جس پر' موجود آنکھ کا پردہ ہے۔

پردہ اٹھتا ہے۔

کھڑکی کے ادھ ٹوٹے شیشوں سے داخل ہوتی ہوا' جس میں شہر کی آوازوں کی لہریں شامل ہیں' سفید صاف کاغذ کو میز کی سطح سے کھسکا دیتی ہے' سفید کاغذ میز کے کنارے سے آدھا لٹک جاتا ہے' لمحہ بھر رک کر' اپنے لٹکے حصے کی کشش کے باعث میز کی سطح سے مکمل پھسل جاتا ہے' ہلکورے لیتا' فرش پر' سرنگ سے ڈیڑھ فٹ کے فاصلہ پر جا گرتا ہے۔

اب سرنگ سے بچھو کا سر نکلتا ہے' پل بھر سرنگ کی دہلیز پر رک کے ادھر ادھر دیکھتا ہے' باہر آ جاتا ہے۔ اس کا جسم سرنگ کے پیندے میں بنے چھوٹے سے جوہڑ کے چکنے مٹیالے پانی سے شرابور ہے۔ اس کی پیٹھ پر پانچ چھوٹے چھوٹے خوردبینی سائز کے بچھو سوار ہیں جو اسی مٹیالے پانی میں رنگے ہیں۔

مادہ' پانچ چھوٹے بچوں کا بوجھ پشت پر اٹھائے آگے بڑھتی ہے۔ اس کے گیلے پیروں کے باعث فرش پر تین ٹوٹی پھوٹی' ایک ساتھ چلتی' لکیریں کھنچ جاتی ہیں۔ سفید صاف کاغذ سے پانچ انچ دور' مادہ کے جسم میں تشنج کی لہر دوڑ جاتی ہے' بچوں کے جسموں کی چکنائی' مادہ کے جسم کی چکنائی پر پھسلتی ہے' بچے پیٹھ سے پھسل کر فرش پر آ جاتے ہیں' مادہ کو اپنی پیٹھ کا بوجھ ہلکا محسوس ہوتا ہے' وہ پلٹ کر فرش پر کربل کربل کرتے بچوں کو ایک سیکنڈ کے لئے دیکھتی ہے۔ اس طرح اس کا رخ اس دیوار کی طرف ہو جاتا ہے۔ جس میں بنی بند کھڑکی' اندھے' ادھ ٹوٹے شیشے اور فریم میں داخل ہوتے' بچھڑتے سائے چھت پر منعکس ہیں۔ مادہ کربل کربل کرتے بچوں کو ایک سیکنڈ دیکھنے کے بعد سیدھا بھاگتی' دیوار پر چڑھ جاتی ہے۔ اس کا رخ کھڑکی کی دہلیز کی جانب ہے جس میں انناس کا خالی ڈبہ اوندھا پڑا ہے۔

پانچ خوردبینی سائز کے بچھو اپنے جسم کی بے قابو تھراہٹ سے فرش پر بڑی تیزی سے کھسکتے ہیں۔ ان کا رخ فرش پر پڑے کاغذ کی طرف ہے جو سرنگ سے ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر سفید و صاف پھیلا ہوا ہے۔

اب چھت پر منعکس متحرک سایوں میں اور فضا میں تھرتھراتی آوازوں کی لہروں میں ہیجان آ جاتا ہے۔

KitaabPoint.blogspot.com

تاریکی میں ملفوف ایک تاریک گوشے میں ایک نر اپنے سوراخ سے نکلتا ہے' اپنی دم کو ڈھیلا چھوڑ کر پھر اکڑا کے خم میں لاتا ہے' دم کے آخری سرے پر گلاب کے کانٹوں ایسے ڈنک کو لہراتا ہے' سر اور جسم کے جوڑ سے دونوں اطراف نکلتے بازوؤں کے آخیر میں جڑے پلاس نما جبڑوں کے دندانوں کو رگڑتا ہے' بڑھتا ہے۔ اس کی چال نارمل نہیں۔ اسے سرمستی کا انداز پیٹ کے نیچے ابھری ہوئی خاردار سطح میں ابھرے ہوئے کانٹے سے نکلتے رس اور خوش بو نے دیا ہے جو اس کے قابو سے نکل کر مادہ کے قابو میں جانا چاہتا ہے۔

وہ ادھر ادھر دیکھتا اسی چال میں چلتا ہے۔

مادہ کافی پرے اسی تاریک میں ملفوف حشرت الارض کی تلاش میں مصروف ہے' اس کی نظر اس سرمست پر پڑی ہے' وہ اسے لبھانے کے لئے اور بھی مستی کا انداز اختیار کرتا ہے۔ مادہ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتی ہے۔ نر قریب آتا ہے تو وہ اس کی خوش بو میں سرشار اسے چھونے کی اجازت دے دیتی ہے نر اور مادہ کے بازوؤں کے پلاس نما جبڑے ایک دوسرے کو جکڑ لیتے ہیں۔ تب نر الٹے پاؤں چلنے لگتا ہے۔ لگتا یوں ہے جیسے مادہ اسے دھکیل رہی ہے۔

پھر کہیں سے ایک اور نر ٹپک پڑتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو جبڑوں میں جکڑے اسی طرح چلتے رہتے ہیں۔ دوسرا نر لپک کر مادہ کی دم کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا ہے اور رسہ کشی شروع ہو جاتی ہے۔ بال آخر دوسرا نر تھک ہار کے الگ ہو جاتا ہے۔ پہلا نر' مادہ کو اسی طرح تھامے اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

تب ماتھے ایک دوسرے کو چھوتے ہیں' منہ ایک دوسرے پر ثبت ہوتے ہیں پھر ایک دوسرے کے چہرے پر ہوائی لمس کی طرح پھرتے ہوئے اپنی اپنی لذتوں کا پیچھا کرنے لگتے ہیں۔ مادہ اس سارے عمل سے بور نہیں ہوتی' اس لئے اس بوریت کا نتیجہ نر کے سر پر مادہ کی دم کا کوڑا برسنے میں ظاہر نہیں ہوتا۔

خوش بو اور رس میں گچ سرمستی کا یہ رقص جاری رہتا ہے۔

اب یہ تاریکی میں ملفوف ایک تاریک گوشے میں بڑے پتھر کی اوٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ نر اپنی بچی کھچی قوت کو سمیٹ کر مادہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کیرس اور خوش بو کی خاردار سطح پر ابھرا کانٹا' مادہ کے رس اور خوش بو اگلتے چھید میں پیوست ہو جاتا ہے' ان دونوں حصوں کے اردگرد ابھرے دندانے ایک دوسرے کو جکڑ لیتے ہیں۔

نر اپنے بازوؤں کے پلاس نما جبڑوں کو کھول کر مادہ کے جبڑوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک بار پھر اپنی ساری طاقت یک جا کر کے بھاگنے کی تیاری کرتا ہے۔ لیکن اتنی طاقت نہیں سمٹ پاتی کہ اپنے پیٹ کے دندانوں کو مادہ کے پیٹ کے دندانوں سے چھڑا سکے۔ چھید

KitaabPoint.blogspot.com

میں سے کانٹا نکال سکے۔ وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ مادہ کی دم کوڑے کی طرح نر پر برستی ہے۔ گلاب کے کانٹے ایسا ڈنک اس کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے' تب وہ خود اس لاش سے علیحدہ کرتی ہے' لمحہ بھر کے لئے اسے دیکھتی ہے پھر دھیرے دھیرے بڑھ کر آہستہ آہستہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتی ہے' چبانے لگتی ہے' نگلنے لگتی ہے' رفتہ رفتہ اس کا پورا سر کھا جاتی ہے۔ باقی جسم کو چھوڑ کر نہایت مدھم رفتار سے ایک طرف کو چل دیتی ہے۔

تاریکی میں ملفوف تاریک کونوں سے حشرت الارض کا ہجوم سرکنے نر کی طرف بڑھتا ہے۔

مادہ اس مدھم رفتار سے چلتی ہوئی اس ٹب کے نیچے پہنچ جاتی ہے جس کا ایک حصہ نیچے اینٹ ہونے کی وجہ سے اوپر اٹھا ہے۔ ٹب کے نیچے اس اینٹ کی اوٹ میں پہنچ کر وہ رک جاتی ہے' ستانے لگتی ہے' ستاتی رہتی ہے۔

تاریکی کے اس وقوعے کا جادو اس کے پیٹ میں سمندر کی لہر بن کر سر اٹھاتا ہے' اس کے سارے وجود کو کھرے پر پٹخنیاں دیتا ہے۔ تب اس کے پیٹ کے وسطی چھید سے پانچ خوردبینی سائز کے بچے ایک ایک کر کے برآمد ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ان میں حرکت ہوتی ہے تو وہ رینگتے ہوئے اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ مادہ اپنے پلاس نما جبڑوں سے انہیں سوار ہونے میں مدد دیتی ہے' پھر بغیر کسی ارادے کے اس سمت میں چل دیتی ہے جدھر آٹھ انچ لمبی سرنگ غسل خانے کو ساتھ والے کمرے سے ملاتی ہے۔

سرنگ کے دہانے پر پہنچ کر وہ اس جوہڑ کے کنارے سے پھسل جاتی ہے جو سرنگ کے پیندے میں بنا ہے' کھڑے پانی میں غوطا کھانے کے بعد ابھرتی ہے' اس کے پاؤں' پلاسوں والے بازو اور دم دیوانہ وار فضا میں لہراتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ کے محور پر گھومتی ہے' جوہڑ میں طوفان آ جاتا ہے' لاروؤں میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے' مچھر اڑ جاتے ہیں' بچے اس کی پیٹھ پر چپکے اس کی دم سے چمٹے لرز لرز جاتے ہیں۔ ڈوبنے ابھرنے' ڈوبنے ابھرنے' چکر کھانے کے اسی عالم میں اس کے پلاس نما جبڑے فرش کے کنارے پر جا پڑتے ہیں۔ وہ بہ صد دقت کنارے کو تھام کر اپنے پیروں کو جماتی' جسم کو سمیٹتی آہستہ آہستہ خشکی پر آ جاتی ہے۔ لمحہ بھر کے لئے سرنگ کی دہلیز پر رک کے جائزہ لیتی ہے' باہر آ جاتی ہے۔ اس کا جسم جوہڑ کے چکنے مٹیالے پانی سے شرابور ہے' اس کی پیٹھ پر سوار پانچ خوردبینی سائز کے بچھوؤں کے جسم بھی اسی چکنے مٹیالے پانی میں رنگے ہیں۔

اب مادہ' کھڑکی کی دہلیز پر بڑی تیزی سے چلتی ہوئی یک دم رک جاتی ہے۔ سر اٹھا کے ادھر ادھر دیکھتی ہے۔ گھوم کر ڈبے کی مخالف سمت میں بڑھتی ہے' پھر رکتی ہے۔ دائیں جانب بڑھتی ہے' رک کے بائیں جانب بڑھتی ہے' پھر پلٹ کر تیزی سے بھاگتی بلا ارادہ اوندھے ڈبے میں داخل ہو جاتی ہے جس میں سورج کی کرنیں ادھ ٹوٹے اندے شیشوں کی تیز دھار سے کٹنے کے باوجود عمودی

KitaabPoint.blogspot.com

گرتی ہیں۔ وہ ڈبے میں داخل ہوتے ہی یک دم گھبرا کے باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے لیکن ڈبے کے گول منہ کی اونچی دیوار پر اس کے ہاتھ یا پاؤں جم نہیں پاتے۔

اس عرصے میں وہ پانچ خوردبینی سائز کے بچے اپنے جسم کے بے قابو تھراہٹ کے باعث کھسکتے ہوئے فرش پر پڑے سفید صاف کاغذ کے کنارے تک آ پہنچتے ہیں۔

ڈبے میں مادہ عمودی کرنوں کے پے بہ پے واروں سے بھاگنے کی کوشش میں ڈبے کی دیواروں سے سر ٹکراتی ہے۔

پانچ خوردبینی سائز کے بچھو کنارے کو پار کر کے سفید کاغذ پر آ کے بکھر جاتے ہیں' اور اپنے جسم کے ریشوں میں ابلتے جنون میں تھرکنے لگتے ہیں' اچھلنے لگتے ہیں۔

تب چھت پر منعکس متحرک سایوں اور فضا میں سنسناتی آوازوں کی لہروں کا ہیجان عروج پر پہنچ جاتا ہے۔

عروج کے اس لمحے عمودی کرنوں کے وار مادہ کے جسم کو چھلنی کر دیتے ہیں۔ اگر بچھو اس طرح کسی ڈبے میں قید ہو جائے تو سورج کی روشنی اور حدت کے باعث مر جاتا ہے۔

یہ بات سچ ثابت ہو چکی ہے۔

اس سچائی سے قطع تعلق' پانچ خوردبینی سائز کے بچھو تھرکتے' اچھلتے' اپنے جسموں' پیروں' بازوؤں' جبڑوں' دموں اور ڈنکوں پر چڑھے مٹیالے رنگ کے پانی کا بوجھ ایک ایک کر کے سفید صاف کاغذ پر نقش کی صورت اتار دیتے ہیں' جس میں ان کی دموں کے سروں پر لگے گلاب کے کانٹوں ایسے ڈنکوں کا زہر بھرپور گھلا ہے۔

سفید صاف کاغذ پر اترتا' تھرکتا' ابلتا نقش کا زہر' ڈبے میں کرنوں کا ٹارگٹ بے جان۔ جسم' فضا میں الجھتی' بچھڑتی شہر کی آوازیں' چھت پر کھڑکی کے فریم میں آتے' الجھتے' بچھڑتے عکس' یہ سب' یہ سب ایک دوسرے سے نتھی' نظر کی اس اکائی میں گندھے ہیں جس پر موجود آنکھ کا پردہ گرا ہے۔

اب پردہ اٹھتا ہے۔

◆◆◆